رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸　　رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۲۹۸

THE AL HAKAM WEEKLY QADIAN. P.

سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سب سے پہلا مشہور و معروف اخبار جسکو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک بازو قرار دیا

بخرام کہ وقت تو نزدیک رسید و پائے محمدیاں بر منار بلند تر محکم افتاد (الہام مسیح موعود)

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ

چہ گویم با تو گر آئی بہ دار قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

الحکم

قادیان

دورِ جدید

ماہوار ایڈیشن

بیا در بزم مستاں تا ببینی عالمے دیگر
بہشتے دیگر و ابلیس دیگر آدمے دیگر

مدیر اعلیٰ
شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

مدیر مسئول
شیخ محمود احمد عرفانی مجاہد مصری

چندہ سالانہ
حکومت اور والیان ریاست سے مار
امرا و رؤسا سے صہ ر
معاونین سے عہ ر
عوام سے صہ ر
ممالک غیر سے ۱۲ ر

مدینۃ المسیح
ہر انگریزی ماہ کی ۷، ۱۴، ۲۱، ۲۸ تاریخ کو قادیان دار الامان سے شائع ہوتا ہے۔

قیمت فی پرچہ
۲/

جلد ۳۹ | ۴/۱۴ محرم سنہ ۱۳۵۵ مطابق ۲۸ مارچ / ۷ اپریل ۱۹۳۶ء یوم شنبہ و چہارشنبہ | نمبر ۱۱ و ۱۲

الحکم کے خاص نمبر کے لئے پہلی آواز

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر اس زمانہ میں خطرناک حملے کئے جا رہے ہیں۔ ہندوستان کے تمام کونوں میں ایک زلزلہ عظیم پیدا ہے۔ حضور کے خدام اس تکلیف کو قلبی طور پر محسوس کرتے ہیں۔ اور بے بس ہو رہے ہیں۔ پنجاب اور ہندوستان کا پریس نہایت بے حیائی سے اس زمانہ کے راستباز پر حملے کرتا ہے۔ ان سب باتوں کا ایک ہی جواب ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالاتِ زندگی اور سیرت طیبہ کو بکثرت پھیلایا جائے اس غرض کے لئے حضور کے یومِ وصال ...... پر الحکم کی طرف سے ہر سال ایک خاص نمبر شائع کیا جاتا ہے۔ اس سال بھی ایک خاص نمبر پوری آب و تاب کے ساتھ شائع ہوگا۔

ضرورت ہے۔ کہ فدایانِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس اخبار کی بکثرت اشاعت کریں۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلی آواز بانی و مونس الحکم یعنی حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی قبلہ کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ کہ وہ اس سال الحکم کی اس آواز پر سب سے پہلے لبیک کہتے ہیں اور سَو کاپی کی قیمت ادا فرمائیں گے۔

الحکم ان کی سینکڑوں قربانیوں کا مجموعہ ہے۔ اور الحکم کے لئے انہوں نے کبھی کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہیں کیا اب جبکہ وہ بعض کاروبار کے سلسلہ میں الحکم سے دور ہیں۔ انہوں نے الحکم کی خدمت کے لئے ایک جدید موقعہ ڈھونڈ لیا۔ اور اسکی اشاعت کی تحریک میں سب سے پہلے حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے۔ (آمین)

دوسری آواز

اس سلسلہ میں پروفیسر علی احمد صاحب کی آواز قابل قدر ہے۔ جنہوں نے ۲۵ کاپیوں کی خرید کا آرڈر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے مال میں اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ میں کم از کم پچاس محبانِ مسیح موعود کو پکارتا ہوں۔ کہ وہ سَو سَو کاپی کا آرڈر دیکر سیرت مسیح موعود علیہ السلام کی اشاعت میں حصہ لیں۔

(محمود احمد عرفانی)

مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ کے خلاف نیشنل لیگ قادیان کا دوسرا اجلاس

قادیان ۱۵ر اپریل بکل نو بجے شب نیشنل لیگ قادیان کا دوسرا جلسہ زیر صدارت جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی مسجد محلہ ریتی چھلہ کے میدان میں منعقد ہوا تلاوت و نظم کے بعد جناب ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب نے مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور کے فیصلہ پر اپنی لکھی ہوئی تنقید پیش کی جس میں آپ نے سیشن جج کے ریمارکس متعلق حضرت امیر المومنین کی موت اور طمانک واٹن کے استعمال کے متعلق ریمارکس کی مدلل طور پر تردید کی اور حقائق و شواہد کی رُو سے ان کو غلط ثابت کیا۔

اس کے بعد جناب میر قاسم علی صاحب ایڈیٹر فاروق نے بمبئی میں احراریوں کی بربریت اور بہیمیت کا ذکر کیا جس کا مظاہرہ انہوں نے ایک احمدی بچے کو قبرستان میں دفن ہونے سے روکنے کی صورت میں کیا۔ اور مندرجہ ذیل قرارداد پیش کی۔

پہلی قرارداد

نیشنل لیگ قادیان کا یہ اجلاس بمبئی کے ان شریر الطبع اشخاص کی اس درندگی اور بہیمیت کے خلاف صدائے نفرت و ناراضگی بلند کرتا ہے۔ کہ انہوں نے جامۂ انسانیت کو چاک کر کے ایک معصوم احمدی بچے کی لاش کو دفن ہونے سے روکے رکھا۔ یہ ایسا قابل نفرت فعل ہے، جس پر انسانیت جس قدر ماتم کرے کم ہے۔ اس لئے یہ اجلاس وحشت اور بربریت کے اس مظاہرہ کو انتہائی نفرت و حقارت کے جذبات سے دیکھتا ہے۔

قرارداد باتفاق رائے پاس ہوئی۔

اس کے بعد الحاج مولوی عبدالرحیم صاحب نیر نے بمبئی کے اس واقعہ اور اخبار ہلال بمبئی کی فتنہ انگیزی کا مختصر ذکر کرتے ہوئے مندرجہ ذیل ریزولیوشن پیش کیا۔

دوسری قرارداد

نیشنل لیگ قادیان کا یہ جلسہ بمبئی کے اخبار "الہلال" کے متعلق نفرت و ملامت کا اظہار کرتا ہے جس نے اپنی مختلف اشاعتوں میں احمدیوں کے خلاف بمبئی کی پبلک کو اشتعال دلایا۔ اور اکسایا ہے۔ اور لوگوں کو ان کے بائیکاٹ کرنے کی تحریک کی۔ اور اس سے بڑھ کر ۱۳ر مارچ کے پرچے میں علم الدین۔ عبدالرشید اور عبدالقیوم وغیرہ کے اس فعل کی تعریف کی ہے۔ جو انہوں نے ہندوؤں کے قتل کرنے کی صورت میں کیا۔ اور اس سے اس کی غرض لوگوں کو احمدیوں کے قتل کرنے کی ترغیب دلانا ہے ہم اس خلاف انسانیت فعل پر اظہار نفرت و ملامت کے ساتھ ساتھ حکومت بمبئی کو بھی توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اخبار الہلال کے اس مجرمانہ فعل کے خلاف قانونی کارروائی کرے۔

یہ قرارداد بھی اتفاق رائے سے پاس ہوئی

ازاں بعد بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی نے حاضرین کے جذبات کی ترجمانی کرتے ہوئے بمبئی کے احمدیوں سے علی العموم اور بچہ کے والدین سے علی الخصوص دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے حسب ذیل قرارداد پیش کی جو متفقہ طور پر پاس ہوئی۔

تیسری قرارداد

نیشنل لیگ قادیان کا یہ اجلاس جماعت احمدیہ بمبئی کے ساتھ ان مظالم کے سلسلہ میں جو احرار کی طرف سے ان کے ساتھ ہو رہے ہیں۔ پوری ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔ اور ان کو یقین دلاتا ہے۔ کہ ہماری دعائیں ان کے ساتھ ہیں۔ نیز اس بچے کے والدین سے پوری ہمدردی کرتا ہے۔ جسے احرار نے قبرستان میں دفن ہونے سے روک دیا تھا۔

مولوی سید احمد صاحب مولوی فاضل افسر جیش نیشنل لیگ کور قادیان نے دانا زید کا کی نیشنل لیگ کور پر نوشہرہ کے احرار کے حملہ کی مذمت پر مشتمل حسب ذیل قرارداد پیش کی۔ جو باتفاق آراء پاس ہوئی۔

چوتھی قرارداد

نیشنل لیگ قادیان اور نیشنل لیگ کور کا یہ اجلاس احرار کے اس شرمناک ظلم کے خلاف جو انہوں نے پرامن دستہ گذرتے ہوئے ممبران نیشنل لیگ کور دانا زید کا پر پتھر برسانے گالیاں دینے اور دو نوجوانوں کو زخمی کرنے کی صورت میں کیا۔ صدائے احتجاج اور اظہار نفرت بلند کرتا ہے۔ اور ان احمدی نوجوانوں کو جو احرار کے ہاتھوں زخمی ہوئے مبارک باد دیتا ہے۔ کیونکہ نیشنل لیگ کور میں سے سب سے پہلے انہیں کو اپنے خون کے قطرات کا ہدیہ پیش کرنے کا موقعہ ملا ہے

قادیان کی نیشنل لیگ کور ان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتی ہے

پانچویں قرارداد

پانچویں قرارداد شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے پیش کی جو متفقہ طور پر پاس ہوئی۔ اور وہ حسب ذیل ہے۔

گورنمنٹ بمبئی نے احمدی بچے کو دفن کرانے کیلئے زمین دے کر اور احراری فتنہ کے دبانے کے لئے جو سعی کی ہے۔ اس سعی اور مہربانی کو یہ جلسہ نہایت امتنان سے دیکھتا ہے۔ اور شکریہ کا ووٹ پاس کرتا ہے اور امید کرتا ہے۔ کہ ہمارے پیش کردہ ریزولیوشنز پر پوری توجہ کی جائے گی۔

چھٹی قرارداد

آخری قرارداد جو متفقہ پر منظور کی گئی حسب ذیل ہے قرار پایا۔ کہ ان ریزولیوشنز کی نقول حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز۔ صدر صاحب آل انڈیا نیشنل لیگ۔ متعلقہ افراد اور پریس کو بھجوائی جائیں۔ نیز ریزولیوشن نمبر ۱-۲-۵ کی نقول بمبئی گورنمنٹ کو بھجوائی جائیں۔

آخر میں جناب شیخ محمود احمد صاحب عرفانی نے تقریر کی جس میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کے عیدگاہ کے متعلق رویہ کا ذکر کیا۔ مقدمہ کے دوران میں ماتحت عدالت سے مسل منگوا لینے اور نیز مُلّا عنایت اللہ احراری کے اس دروغگوئی کی حقیقت طشت از بام کی۔ جو اس نے ریل گاڑی سے باہر پھینکنے کے متعلق اخبارات میں شائع کرائی ہے اس ضمن میں پولیس کے اس کنسٹیبل کے غیر ذمہ وارانہ اور خلاف قانون رویہ کا بھی ذکر کیا۔ جو قادیان ریلوے سٹیشن پر دو معزز تعلیم یافتہ احمدی نوجوانوں سے سختی اور درشتی سے پیش آیا۔ اور انہیں چوبیس گھنٹے حراست میں رکھنے کی دھمکی دی۔ دعا کے بعد بارہ بجے کے قریب جلسہ برخاست ہوا

مدار!

حاکم کا اپنے در کے ہے دربان پر مدار
درویش بینوا کا ہے اک نان پر مدار
ہے میزباں کے ہاتھ میں مہماں کی آبرو
احرار کا مجاہد و احسان پر مدار
امن و اماں کے بندوں کا تکیہ خدا پہ ہے
کیا جانے وہ تجلیٔ دیدار کی جھلک
مذہب ہی کیا وہ جس میں ہوں قصے کہانیاں
مذہب وہ سچا۔ دین وہ پکا ہے جسکی ہو

محکوم کا اگر ہے تو ہے جان پر مدار
بگڑے ہوئے امیر کا اک پان پر مدار
اور میزباں کی آب کا۔ مہمان پر مدار
اور خالصہ جوان کا کرپان پر مدار
فتنہ فساد والوں کا شیطان پر مدار
جس کا ہو۔ خلد و حور پہ غلمان پر مدار
دعویٰ پہ انحصار ہو۔ گردان پر مدار
بنیاد تو نشان پہ۔ برہان پر مدار

یہ موہبت ہے کسب کا اس میں نہیں ہے دخل
اس واسطے حسن کا ہے رحمان پر مدار

(حسن رہتاسی)

سیرت المہدی کا ایک ورق

حضرت عرفانی کبیر کے قلم سے

مہمانوں کیساتھ محبت و بے تکلفی

آپ اکرام ضیف کی نہ صرف تاکید فرماتے بلکہ عملاً اس کا سبق دیا کرتے۔ بارہا ایسا ہوا۔ کہ جب کوئی مہمان آیا۔ تو آپ بہ نفسِ نفیس اس کے لئے موسم کے لحاظ سے چاء یا لسی وغیرہ خود اٹھا کر بے تکلفی سے لے آتے۔ اور اصرار کر کے پلایا۔ ایسا بھی ہوتا کہ کوئی دوست قادیان سے ایام اقامت پورے کر کے رخصت ہوتا۔ تو آپ اس کے لئے راستہ کے لئے ناشتہ وغیرہ لے کر آجاتے۔ یا موسم کے لحاظ سے دودھ وغیرہ لے کر آتے۔ کبھی ایسا بھی ہوا۔ کہ تربیت کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز سے جو اس وقت بچے تھے۔ اٹھوا کر لاتے۔ (مرحوم حضرت میر حامد شاہ صاحب کا واقعہ دودھ)

عام طور پر اپنی تقریروں میں مجلسوں میں فرماتے رہتے۔ کہ ما انا من المتکلفین۔ ہمارے مہمانوں میں سے جو تکلیف کرتا ہے۔ اسے تکلیف ہوتی ہے۔ اس لئے جو ضرورت ہو اسے کہہ دیا کرو۔

آپ جب باہر کھانا کھایا کرتے تھے۔ تو سب سے آخر تک کھاتے رہتے۔ اور بہت ہی کم کھاتے تھے۔ سب سے آخر تک اس لئے کھاتے رہتے۔ کہ اگر کوئی نیا مہمان کسی وجہ سے کھانے میں حیا کرتا ہے۔ تو یہ سمجھ کر کہ حضور کھا رہے ہیں۔ ہاتھ نہ اٹھالے

مہمانوں کی خاطر داری میں آپ کے اخلاقی خوارق بے حد ہیں ایک مرتبہ ضلع جہلم کے دو شخص جو بہت ہی ضعیف العمر تھے حاضر ہوئے آپؐ سیر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ وہ چل نہیں سکتے تھے۔ وہاں ہی کھڑے ہوگئے۔ اور دیر تک ان کے ساتھ باتیں کرتے رہے۔ جب دیکھا۔ کہ ان کے دل کے کنول کھل گئے ہیں۔ اور انہوں نے سعادت کبریٰ حاصل کر لی۔ تو آپ نے ان کو ٹھیرنے کا حکم دیا۔ اور آپ معمولاً سیر کو چلے گئے۔ ۱۸ نومبر ۱۹۰۳ء

گورداسپور مقدمات کے سلسلہ میں آپ ٹھیرے ہوئے تھے۔ بابا ہدایت اللہ صاحب جو پنجابی کے بڑے مشہور شاعر تھے انہوں نے اجازت چاہی، آپؐ نے ان کو فرمایا آپ جا کر کیا کریں گے۔ اگر کوئی تکلیف ہو تو بتا دو۔ اس کا انتظام کر دیا جاوے۔ پھر اس کے بعد عام طور پر آپؐ نے جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا۔ چونکہ آدمی بہت ہوتے ہیں۔ ممکن ہے۔ کہ کسی کی ضرورت کا علم نہ ہو اسلئے ہر شخص کو چاہیئے کہ جس شے کی اسے ضرورت ہو وہ بے تکلف کہہ دے۔ اور اگر جان بوجھ کر چھپاتا ہے۔ تو وہ گنہگار ہے۔ ہماری جماعت کا اصول ہی بے تکلفی ہے۔ اور بابا ہدایت اللہ صاحب کو مولوی سید سرور شاہ صاحب کے سپرد کر دیا کہ آپ ان کی ضروریات اور آرام کا لحاظ رکھیں۔

خدام کی دلداری

(۱)

آپؐ یوں تو ہر آنے والے کے لئے ایک راحت و سکون کا چشمہ تھے۔ مگر آپ کا معمول یہ تھا۔ کہ اپنے خدام کے لئے کسی ایسے کام پر جو بظاہر مشقت اور تکلیف کا موجب ہو ایسے انداز میں دلداری فرماتے۔ کہ ساری کوفتیں دور ہو جاتی تھیں۔ یہاں تک کہ بعض اوقات اگر بظاہر کوئی ایسی بات بھی ہو جاتی جو دنیاداروں کی نظروں میں شاید گردن زدنی ہو تو آپ ایسے رنگ میں اسکی تعبیر فرماتے۔ کہ مخلص خدام کی امید اور محبت کے جذبات میں ایک نئی حرارت اور جوش پیدا ہو جاتا۔

غالباً ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔ ظہر کی نماز کا وقت تھا حافظ معین الدین رضی اللہ عنہ جو حضرت کی محبت میں سرشار اور اسی میں زندہ رہتے تھے۔ رات کی بے خوابی کیوجہ سے اونگھ رہے تھے۔ وہ حضور کے پاس کھڑے ہوا کرتے تھے۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ انہوں نے بلا مبالغہ سینکڑوں راتوں کو حضرت کی خدمت اور پاؤں دبانے میں صبح کر دیا۔ اور وہ اپنی زندگی کی بہترین راتیں وہی سمجھتے تھے۔ اسی اونگھ میں حضرت کے اوپر گر پڑتے۔ اگر کوئی دنیادار ہوتا۔ خدا جانے اس بے ادبی اور غفلت پر کسقدر آشفتہ مزاج ہوتا۔ ظاہر ہے کہ حافظ صاحب کو کس قدر ندامت ہوئی۔ مگر آپؐ نے محسوس کیا۔ کہ معلوم نہیں دوسرے لوگ فرط محبت سے حافظ صاحب کے اس اضطراری فعل پر کیا کہیں۔ اسلئے جھٹ فرمایا۔

رات میری طبیعت خراب تھی تپ کی وجہ سے ساری رات نیند نہیں آئی۔ حافظ صاحب ساری رات جاگتے رہے۔ عشاء سے لیکر فجر تک نہیں سوئے۔

اس دلداری اور قدردانی نے حافظ صاحب کی کوفت اور غم کو کس سرعت سے دور کیا۔ یہ بیان کرنے کی بات نہیں احساس شریف اور تصور بھی اس کا اندازہ نہیں کر سکتا۔

(۲)

آپؐ سیر کے لئے نکلتے۔ خدام نہایت ذوق اور شوق کے ساتھ مضطربانہ آپؐ کے قریب رہ کر چلتے۔ آپؐ معمولی رفتار سے چلتے۔ مگر نہایت سریع الرفتار تھے۔ اچھے اچھے چلنے والے دوڑ کر ساتھ ہوتے۔ اس دوڑ دھوپ میں بعض اوقات بعض کے پاؤں آپ کے پاؤں پر پڑتے۔ یا ٹھوکر لگتی اور آپ کا عصائے مبارک گر پڑتا۔ مگر کبھی ایک مرتبہ بھی تو آپ نے اپنی زبان سے نہ فرمایا۔ کہ پیچھے ہٹ کر چلو۔ کسی رنگ میں بھی اظہار ناراضگی نہ فرمایا۔

ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ میں سیر کو نہیں جاؤں گا۔ گرد بہت اڑتی ہے۔ کھانسی ہوتی ہے۔ اور اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ کسی شخص نے کہا۔ کہ حضور لوگ دوڑ کر آگے ہو جاتے ہیں اس وجہ سے گرد زیادہ اڑتی ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں اس وجہ سے نہیں۔ بارش نہیں ہوئی اس لئے مٹی اٹھی ہوئی ہے۔ اور وہ اڑتی ہے چنانچہ دو تین دن کے بعد بارش ہو گئی اور سیر کو جانے لگے۔ واقعہ بظاہر نہایت معمولی ہے۔ اور ایک حد تک حقیقت کو اپنے اندر رکھتا ہے۔

لوگ آپ کی باتیں سننے کے لئے دیوانہ وار دوڑتے ہوئے جاتے تھے۔ مگر آپ نے خدام کی دل شکنی اور ان پر کسی قسم کی سوء ادبی کا الزام پسند نہ فرمایا۔ ان کے اس فعل کو ارادت و اخلاص کا نتیجہ سمجھتے ہوئے قابل قدر سمجھا۔ گو ان کی دوڑ دھوپ سے بھی گرد اٹھتی تھی۔ مگر اصل باعث بارش کا نہ ہونا قرار دے کر خدام کے اخلاص و محبت کے جذبات کو مجروح ہونے سے بچا لیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بھی اپنی فضل اور فیضان کو جو بارش نہ ہونے کیوجہ سے آنے والوں کے لئے سیر میں نہ جانے سے رک رہا تھا بارش کر کے جاری کر دیا۔

(۳)

اسی طرح ایک دن مغرب کے بعد حضور تشریف فرما تھے اور لوگ پروانہ وار آگے بڑھ رہے تھے۔ ان میں دیہاتی زمیندار لوگ بھی تھے جو اپنے لباس کی عمدگی اور صفائی کا زیادہ احتیاط سے خیال نہیں رکھ سکتے۔ ایک شخص نے پکار کر کہا کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ حضرت صاحب کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضور کو اس کا یہ کہنا تو ناگوار ہوا۔ مگر آپ جانتے تھے کہ اسنے اپنے اخلاص کے لحاظ سے ایسا کہا۔ اور حضور اپنی شان اور مقام کے لحاظ سے ان لوگوں کے اخلاص و محبت دیکھتے تھے۔ جو آگے بڑھ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔

کس کو کہا جائے۔ کہ پیچھے ہٹو۔ جو آتا ہے اخلاص و محبت لیکر آتا ہے۔ سینکڑوں کوس کا سفر کر کے یہ لوگ آتے ہیں۔ صرف اس لئے۔ کہ کوئی صحبت حاصل ہو۔ اور انہی کی خاطر خدا تعالے نے سفارش کی ہے۔ ولا تصعر لخلق اللہ و تسئم من الناس یہ صرف غریبوں کے حق میں ہے جن کے کپڑے میلے ہوتے ہیں۔ اور جن کو چنداں علم بھی نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ کا فضل بھی ان کی دستگیری کرتا ہے۔ کیونکہ امیر لوگ تو مجلسوں میں آپ ہی پوچھے جاتے ہیں۔ اور ہر ایک ان سے با اخلاق پیش آتا ہے۔

(۴)

آپؐ کو خصوصیت سے غرباء کے ساتھ محبت تھی۔ آپ کی خدمت خاص کا موقعہ بھی غرباء ہی کو ملتا تھا مثلاً حضرت حافظ معین الدین صاحب۔ حضرت حافظ حامد علی صاحب۔ یا خانصاحب اکبر خاں۔ اور پھر یا جیسے لوگوں کو جو موقعہ خدمت کا ملا ہے۔ وہ بڑے بڑے دولتمندوں اور امراء کو نہیں ملا۔ بے شک انہوں نے اپنے اموال سے خدمت کی۔ مگر وہ خدمت اور اس کا سرور اور ثواب بیش قیمت ہے۔ جو ان پھٹے پرانے کپڑے والوں کو ملتا تھا۔ آپ نے بارہا فرمایا۔ کہ دین کا بڑا حصہ غرباء نے لیا ہوا ہے۔ کہا جاتا ہے۔ کہ فسق و فجور اور ظلم وغیرہ اکثر امراء کے حصہ میں آتا ہے۔ صلاحیت۔ تقویٰ اور عجز و نیاز غرباء کے حصہ میں ہے۔ اس لئے غرباء کو بدقسمت نہ خیال کرنا چاہیئے۔

امراء کو حقوق اللہ میں خاص خدمت کا حصہ نہیں مل سکتا۔ کیونکہ غریب کو کسی خدمت سے عار نہیں۔ اور انکار نہیں۔ وہ پاؤں دبا سکتا ہے۔ پانی لا سکتا ہے۔ کپڑے دھو سکتا ہے اور بھی ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کر سکتا ہے۔ حتیٰ کہ نجاست پھینکنے کا موقعہ ہو تو بجا لا سکتا ہے۔ امراء کو ایسے کاموں سے عار ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ حدیث بالکل سچی ہے۔ کہ مساکین پانچسو برس اول جنت میں جائیں گے۔

ایک مخلص کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔ کہ اس کے پھٹے ہوئے کپڑے تھے۔ شکل سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ شاید کچھ سوال کرے۔ مگر اس نے نہایت محبت اور اخلاص سے روپوں کی بھری ہوئی ایک باسنی میرے پیش کر دی۔ غرض آپ بار بار یہ کارکنوں کو اور لنگر خانہ کے ملازموں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے۔ کہ محض کپڑے دیکھ کر کسی سے نفرت نہ کرو۔ یہی لوگ ہیں۔ جو میری جماعت میں سب سے زیادہ ہیں۔ اور سلسلہ کے کاموں میں سب سے بڑی امداد ان کی ہی ہے۔

(۵)

بنی نوع انسان کی ہمدردی کا اس قدر جوش آپ میں تھا۔ کہ اس کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ آپ نے ایک مرتبہ اپنی یادداشت میں لکھا تھا۔ کہ خلق اللہ عیالی۔ اللہ کی مخلوق میرا کنبہ ہے فرمایا کرتے تھے۔ کہ میری تو یہ حالت ہے۔ کہ اگر کسی کو درد ہوتا ہو اور میں نماز میں مصروف ہوں میرے کان میں اس کی آواز پہونچ جاوے۔ تو میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ نماز توڑ کر اس کو فائدہ پہونچا سکتا ہوں۔ تو پہونچاؤں۔ اور جہاں تک ممکن ہو اس سے ہمدردی کروں۔ اپنے تو درکنار میں تو یہ کہتا ہوں کہ غیروں اور ہندوؤں سے بھی ایسے اخلاق کا نمونہ دکھاؤ اور ان سے ہمدردی کرو۔ لاابالی مزاج ہرگز نہیں ہونا چاہیئے ایک مرتبہ کا واقعہ آپ نے خود بیان فرمایا۔ کہ آپ سیر کو نکلے۔ عبدالکریم نیودالی آپ کے ساتھ تھا۔ وہ ذرا آگے تھا۔ اور میں پیچھے تھا۔ اور راستہ میں ایک بوڑھیا ۷۰۔۷۵ برس کی ملی۔ اس نے اس کو کہا۔ کہ میرا خط پڑھ دو۔ اس نے جھڑکیاں دیکر ہٹا دیا۔ میرے دل پر چوٹ لگی۔ اس نے وہ خط مجھے دیا۔ میں ٹھہر گیا۔ اور اسے پڑھ کر اچھی طرح سمجھایا۔ اس پر وہ بہت شرمندہ ہوا۔

فرمایا۔ میری تو یہ حالت ہے۔ کہ مرنے کے قریب ہو جاؤں تب روزہ چھوڑتا ہوں۔ طبیعت روزہ چھوڑنے کو نہیں چاہتی۔ یہ مبارک دن ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے نزول کے دن ہیں۔ (۱۳ جنوری ۱۹۰۱ء)

کلام میں بھی بناوٹ اور تکلف پسند نہ تھا بلکہ اللہ ہی کے لئے بولتے تھے

اس زمانہ میں بھی اور ہر زمانہ میں ہر ملک اور قوم کے خطیب لیکچرار اس مرض میں مبتلاء ہوتے ہیں۔ سوائے انبیاء علیہم السلام اور ان کے مخلصین متبعین کے۔ کہ لوگ ان کی تعریف کریں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان باتوں کو پسند نہ فرماتے تھے۔ آپ جو کچھ کہتے۔ خدا میں ہو کر اور خدا ہی کے لئے کہتے تھے اور اس کا آپ نے بارہا اظہار بھی فرمایا۔ چنانچہ ۲۸ دسمبر ۱۸۹۹ء کو سالانہ جلسہ کی تقریب پر جبکہ آپ تقریر کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو فرمایا۔

"سب صاحبان متوجہ ہو کر سنیں۔ میں اپنی جماعت اور خود اپنی ذات اور اپنے نفس کے لئے یہی چاہتا ہوں۔ کہ ظاہری قیل و قال جو لیکچروں میں ہوتی ہے۔ اس کو ہی پسند نہ کیا جائے۔ اور ساری غرض و غایت اسی پر ہی آکر نہ ٹھہر جاوے کہ بولنے والا کیسی جادو بھری تقریر کر رہا ہے۔ الفاظ میں کیسا زور ہے۔ میں اس بات پر راضی نہیں ہوتا۔ میں تو یہی پسند کرتا ہوں۔ اور نہ بناوٹ اور تکلف سے بلکہ میری طبیعت اور فطرت کا یہی اقتضا ہے۔

کہ جو کام ہو اللہ ہی کے لئے ہو جو بات ہو خدا کے واسطے ہو اگر اللہ کی رضا اور اس کے احکام کی تعمیل میرا مقصد نہ ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔ کہ مجھے تقریریں کرنی اور وعظ سنانا تو ایک طرف میں تو ہمیشہ خلوت ہی کو پسند کرتا ہوں۔ اور تنہائی میں وہ لذت پاتا ہوں۔ جو کہ بیان نہیں کر سکتا۔ مگر کیا کروں بنی نوع انسان کی ہمدردی کھینچ کھینچ کر باہر لے آتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس نے مجھے تبلیغ پر مامور کیا ہے"

(۱۰ مارچ ۱۹۰۱ء)

اپنی تعریف کبھی پسند نہ تھی

حضرت مسیح موعودؑ خوشامد اور مبالغہ آمیز تعریف کو کبھی پسند نہ فرماتے تھے۔ ہاں آپ کے الہامات میں اللہ تعالیٰ نے جو آپ کی شان بیان کی ہے۔ اس کے بیان سے کبھی نہ رکتے تھے۔ خود اپنی ذات سے اپنی نسبت جو کچھ لکھا۔ اس میں حد درجہ کی انکساری کا اظہار ہے۔ مثلاً آپ فرماتے ہیں:-

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا۔ (۳ مئی ۱۹۰۲ء) کہ لوگ جناب کے اس فقرہ پر کہ میں مسیح اور حسین سے بڑھ کر ہوں بہت جھلا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو خواہ مخواہ بلا کسی قسم کے استحقاق کے اپنے تئیں محامد۔ مناقب اور صفاتِ محمودہ سے موصوف کرنا چاہتے ہیں۔ گویا وہ یہ چاہتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ کی کبریائی کی چادر آپ اوڑھ لیں۔ ایسے لوگ لعنتی ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں۔ جو طبعاً ہر قسم کی مدح وثنا اور منقبت سے نفرت اور کراہت کرتے ہیں۔ اور اگر وہ اپنے اختیار پر چھوڑ دئے جائیں تو دل سے پسند کرتے ہیں۔ کہ گوشہ گمنامی میں زندگی گذار دیں۔ مگر خدا تعالیٰ اپنے مصالح اور باریک حکمتوں کی بنا پر ان کی تعریف اور تحمید کرتا ہے۔ اور در حقیقت ہونا بھی اسی طرح چاہیئے۔ کیونکہ جن لوگوں کو وہ مامور کر کے بھیجتا ہے۔ انکی ماموریت سے اس کا منشا یہ ہوتا ہے۔ کہ اس کی حمد وثنا اور جلال دنیا میں ظاہر ہو۔ سو اگر ان ماموروں کی نسبت وہ کہے کہ فلاں مامور جسے میں نے مبعوث کیا ہے۔ ایسا نکما۔ بزدل۔ نالائق۔ کمینہ سفلہ اور ہر قسم کے فضائل سے عاری اور بیگانہ ہے۔ تو کیا خدا تعالیٰ کی کوئی صفت اس کے ذریعہ سے قائم ہو سکے گی؟ حقیقت میں خدا کا ان کی تحمید اور مدارح اور فضائل بیان کرنا اپنے ہی جلال اور عظمت کی تمجید کے لئے ہوتا ہے۔ وہ تو اپنے نفس سے خالی ہوتے ہیں۔ اور ہر قسم کی مدح اور ذم سے بے پرواہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ سالہا سال اس سے پہلے جبکہ نہ کوئی مقابلہ تھا نہ گرد و پیش میں کوئی مجمع تھا۔ نہ یہ مجلس اور اس کی کوئی تمہید تھی اور نہ دنیا میں کوئی شہرت تھی۔ خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میری نسبت یہ فرمایا:۔

یحمدک اللہ من عرشہ

فرمایا میں اپنے قلب کو دیکھ کر یقین کرتا ہوں۔ کہ کل انبیاء علیہم السلام طبعاً ہر قسم کی تعریف اور مدح وثنا سے کراہت کرتے تھے۔ مگر جو کچھ خدا تعالیٰ نے ان کے حق میں بیان فرمایا ہے اپنے مصالح کی بنا پر فرمایا ہے۔ اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں۔ کہ یہ الفاظ میرے نہیں خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں۔ اور یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی عزت و جلال محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت اور جلال خاک میں ملا دیا گیا ہے۔ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت حسین کے حق میں ایسا غلو اور افرا کیا گیا ہے۔ کہ اس سے خدا کا عرش کانپتا ہے۔

فرمایا میں حلفاً کہتا ہوں۔ کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش یہی ہے۔ کہ تمام محامد اور مناقب اور تمام صفاتِ جمیلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کریں۔ میری تمام تر خوشی اسی میں ہے۔ اور میری بعثت کی اصلی غرض یہی ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت دنیا میں قائم ہو۔ میں یقیناً جانتا ہوں۔ کہ میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تمجیدی باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی در حقیقت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہیں۔ اسلئے کہ میں آپ کا ہی غلام ہوں اور آپ ہی کی مشکوٰۃ نبوۃ سے نور حاصل کرنے والا ہوں۔ (۳ مئی ۱۹۰۲ء)

ضمیمہ شحنہ ہند اور شیخ عبدالرشید صاحب

۱۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی شام کو شیخ عبدالرشید صاحب زمیندار و تاجر میرٹھ جو آج ہی آئے تھے۔ حضرت اقدس سے نماز سے فارغ ہوتے ہی ملے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ان کو حضرت سے انٹرڈیوس کرایا۔ ضمیمہ شحنہ ہند میرٹھ کے متعلق ذکر آنے پر۔ شیخ عبدالرشید صاحب نے عرض کی۔ کہ میں نے تو ارادہ کر لیا تھا۔ کہ بذریعہ عدالت اس کے سخت مضامین توہین آمیز پر نوٹس لوں۔ حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا

ہمارے لئے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہوگا اگر ہم خدا کی تجویز پر تقدم کریں۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ صبر اور برداشت سے کام لیں۔

آپ اپنی ذات اور نفس کو درمیان میں لانا ہی نہیں چاہتے تھے۔ قابل غور یہ امر ہے۔ کہ آپ خود نالش کرنے والے نہ تھے۔ لیکن آپ کا ایک خادم قانون سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے لیکن آپ کے رحم و حلم اور توکل علی اللہ کی قوتیں اس قدر غالب ہیں۔ کہ آپ تمام معاملات کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ کس قدر ادب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کے اس مشیر کلام کا ہے جو آپ پر نازل ہوتا ہے۔ عقلمندوں کے لئے اس میں درس بصیرۃ ہے۔

آریہ سماج قادیان کا جلسہ

قادیان کی آریہ سماج کا جلسہ کئی سالوں سے بند تھا۔ اس سال ان کو بھی اپنا جلسہ کرنے کا خیال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۴۔۵۔۶۔۷ اپریل ۱۹۳۶ء کو قادیان کے مغربی جانب دیانند پرائمری سکول میں ہوا۔ پروفیسر رام دیوجی پردھان آریہ پرتی ندھی سبھا اور پنڈت بدھ دیوجی ودیا النکار اور بعض دیگر آریہ لیکچرار آئے ہوئے تھے

غالباً ۱۹۱۲ء کی بات ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ ابھی تک تخت خلافت پر متمکن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے منشاء مبارک کے ماتحت یوپی کے بعض عربی مدارس کے معائنہ کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس سلسلہ میں حضور گوروکل کانگڑی بھی معائنہ فرمانے گئے تھے۔ حضرت امیر المومنین اور آپ کے ساتھیوں کی خدمت پروفیسر رام دیوجی کے سپرد کی گئی تھی۔ جو اس وقت گوروکل میں پروفیسر تھے۔ جماعت احمدیہ کے دل میں اس واقعہ کی یاد موجود تھی۔ چنانچہ پروفیسر صاحب کی آمد پر جماعت احمدیہ قادیان نے بھی آپ کا استقبال کیا۔ اور پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے۔

پنڈت بدھ دیوجی بھی آریہ سماج کی ایک مشہور شخصیت ہیں خصوصاً حیدرآباد دکن کے ایک مباحثہ میں سناتن دھرمی مناظر کے مقابلہ میں انہوں نے سوامی دیانند جی کی تصویر کو جوتی مار کر اور بھی غیر معمولی شہرت حاصل کر لی تھی۔

ان کے سوا بھی اور لیکچرار آئے ہوئے تھے جن میں ایک پنڈت سادھو رام بی۔ اے۔ مولوی فاضل بھی تھے۔ انہوں نے نہایت بدتہذیبی کے ساتھ حضرت سید نا مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر اپنی تقریر میں کیا۔ اور ہر ایک بات اشتعال انگیز اور شرارت سے بھری ہوئی تھی۔

ان کو اس بیہودہ گوئی کا جواب ہماری جماعت کی طرف سے ؎۲۳

۲۳ دیا جانا ازبس ضروری سمجھا گیا۔ چنانچہ ۶ مارچ کی شام کو نو بجے زیر صدارت حضرت میر قاسم علی صاحب ایک زبردست جلسہ ہوا۔ مہاشہ محمد عمر صاحب اور گیانی واحد حسین صاحب نے آریہ سماج کی قدیم تہذیب کو ظاہر کرنے کے علاوہ ان کے اعتراضات کے دندان شکن جواب دیا۔ جلسہ رات کے گیارہ بجے دعا پر ختم ہوا۔ چونکہ اس وقت آریہ سماج کا بھی جلسہ ہو رہا تھا انہیں اطلاع کر دیا گیا۔ کہ اگر کوئی پھر ضرورت پیش آئی تو مزید حساب بھی صاف کر دیا جائیگا۔

روایات

حضرت حافظ محمد ابراہیم صاحب

(۱)

ایک دفعہ ایک رئیس راولپنڈی سے حضور کی خدمت میں آئے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی۔ کہ آپ میرے ساتھ راولپنڈی چلیں میں آپ کو سو روپیہ روزانہ دونگا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں حضرت اقدس کی اجازت کے بغیر نہیں جا سکتا۔ اس لئے وہ رئیس حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ میں مولوی صاحب کو جہاں بھیجوں وہ چلے جائیں گے۔ مگر میں ان کو اپنے سے جدا نہیں کر سکتا۔

(۲)

حضرت خلیفہ اوّلؓ نے دھرم پال کی ایک کتاب کے جواب میں ایک کتاب لکھی اسکے تمام اعتراضات کا جواب لکھا جب حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ حضور اس کتاب کا نام کیا رکھا جائے۔ تو فرمایا۔ کہ نور الدین ہی رکھیں۔

(ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت اقدس کو حضرت خلیفہ اوّلؓ سے کس قدر محبت تھی۔)

(۳)

ایک دفعہ حضرت نواب محمد علی خاں صاحب کے بھائی نواب احسن علی خاں صاحب قادیان میں تشریف لائے۔ نواب صاحب نے عرض کی۔ کہ حضور میرے بھائی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ حضور مسجد مبارک میں بیٹھ گئے۔ نواب صاحب ملے۔ نواب صاحب نے عرض کیا۔ کہ میں اس لئے آیا ہوں۔ کہ آپ سے دریافت کروں۔ کہ کیا یہ بات کہ میں حضرت حسین سے بڑھ کر ہوں۔ آپ نے لکھی ہے۔ یا آپ کے کسی مرید نے لکھی ہے۔

فرمایا۔ میں نے لکھی ہے۔ کیونکہ کسی سے بڑھنا یا کم ہونا انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ بلکہ خدا کے اختیار ہے۔ اور اگر میں مفتری ہوں۔ تو خدا تعالیٰ مجھے ایک رات کی بھی مہلت نہ دے۔

فرمایا میں ایک جوہر ہوں۔ خدا کے کہنے کے مطابق میں ان سے بڑا ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں اس لئے کہ ان کی پرستش انتہا کو پہنچ گئی ہے اس لئے خدا نے مجھے یوں کہا۔

فرمایا۔ کہ لوگوں نے ان بزرگوں کے ناموں کو مراسیوں کی کلاآن کی طرح رٹ لیا ہے۔ یہ لوگ مرنے کے بعد دیکھ لیں گے۔ کہ یہ بزرگ نہ ان کے اور نہ یہ ان بزرگوں کے ہونگے۔

(۴)

ایک سید مہر علی شاہ کا خلیفہ عبداللہ شاہ صاحب یہاں آئے۔ جب حضور ظہر کی نماز پڑھ چکے۔ تو انہوں نے کہا کہ میں نشان دیکھنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھنے والے کے لئے ہر ایک بات نشان ہے۔ اور بے سمجھ کے لئے کوئی چیز بھی نشان نہیں ہو سکتی۔

فرمایا کیا یہ نشان نہیں۔ کہ میں ایک کمزور انسان ہوں۔ اور انواع اقسام کے امراض مجھے لاحق ہیں۔ اور ساری دنیا میری مخالف ہے۔ پھر کیا کوئی ایسی حالت میں افترا کر سکتا ہے۔ کیا یہ نشان نہیں۔ بتاؤ مجھے کونسی ہوس ہے۔ اگر میں جھوٹا ہوتا۔ تو اس حالت سے تنگ پڑ جاتا۔ میری یہ استقامت کوئی کم نشان ہے۔

(۵)

حضور کی عادت تھی۔ کہ حضور لوگوں کے علم کے موافق مثالیں بیان فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جمعہ میں بہت سے جاٹ شامل ہوئے۔ آپ نے ان کے لئے پنجابی میں تقریر کی۔ حالانکہ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ اس تقریر میں آپ نے ایک لفظ کو ظاہر کرنا چاہا۔ مگر بوجہ لکنت ظاہر نہ کر سکے۔ تب مجھے وہ حدیث یاد آ گئی۔ کہ مہدی کی زبان میں لکنت ہوگی۔ اس تقریر میں حضور نے یہ مثال بیان فرمائی تھی۔ کہ

دیکھو تم بیل خریدتے ہو۔ لیکن اگر نکما ثابت ہو تو قصابوں کے کام گوشت اور چمڑا آ جاتا ہے۔ لیکن اگر انسان نکما ہو تو نہ اس کا گوشت کام آ سکتا ہے۔ اور نہ ہی چمڑا۔

پھر فرمایا:۔

انسان کو گناہ کر کے مایوس نہ ہونا چاہئے بلکہ توبہ کرنی چاہئے۔ فرمایا۔ پانی کتنا گرم ہو۔ مگر وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔ پس توبہ بمنزلہ پانی کے ہے اور گناہ بمنزلہ آگ کے۔ اس لئے ہر وقت لوگوں کو استغفار کرنا چاہئے۔

میں نے بہت دفعہ حضور سے کوئی وظیفہ پوچھا۔ تو حضور نے استغفار ہی بتایا۔

(۶)

ایک شخص کپور تھلہ کا آپ کو قرآن کریم سنایا کرتا تھا وہ چلا گیا۔ تو میں نے عرض کی۔ کہ حضور مجھے اجازت دیں تو حضور نے اجازت دیدی۔ میں نے پہلے روز سورہ یوسف سنائی۔ اور دوسرے دن سورہ دہر۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا۔ کہ حافظ صاحب میں آپ کو تکلیف نہیں دینی چاہتا۔

(نوٹ) غالباً حافظ صاحب کی تکلیف کی وجہ سے روک دیا ہوگا۔

ہر ایک خریدار الحکم اسے ضرور پڑھے

میں نے شروع سال سے یہ اعلان کیا تھا۔ کہ میں الحکم کا ایک ماہوار ایڈیشن شائع کرونگا۔ میرے سامنے اس نمبر کے لئے کچھ خاص باتیں تھیں۔ مگر گذشتہ آٹھ نو ماہ سے میں بیمار چلا آ رہا ہوں جس کی وجہ سے میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ جسم بہت کمزور ہو گیا ہے۔ اور میں اپنے آپ میں طاقت نہیں پاتا۔ کہ سر دست اس ماہوار ایڈیشن کا اہتمام کر سکوں۔ اور جبکہ خریداروں کو اس سے کوئی خاص فائدہ نہیں۔ تو ماہوار ایڈیشن کے نام سے ایک خاص نمبر نکالنا فضول ہے۔ اس لئے جب تک میں پوری صحت حاصل نہ کر لوں آئندہ کے لئے اس سلسلہ کو معذرت کے ساتھ ملتوی کرتا ہوں۔

(۲)

خریداران الحکم سے ایک ضروری بات

اسی سلسلہ میں میں ایک ضروری بات خریداران الحکم سے عرض کر دینی چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اکثر احباب کی طرف سے نہایت ہی حوصلہ شکن معاملہ الحکم کے متعلق ظاہر ہو رہا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ وقت پر الحکم کی قیمت ادا نہیں فرماتے۔ گذشتہ ماہ میں تقریباً چالیس وی پی خریداران کی خدمت میں ارسال کئے گئے۔ اور مجھے نہایت ہی افسوس ہے۔ کہ چالیس میں سے **۲۵** وی پی واپس آئے۔ اس واپسی نے میرے لئے ایسی مشکلات پیدا کر دیں۔ کہ اخبار کو وقت پر شائع کرنا بھی مشکل کر دیا۔ میں حیران ہوں کہ احباب کی ایسی بے توجگی کیوں ہے۔ زیادہ افسوسناک امر یہ ہے۔ کہ یہ لاپرواہی ایسے معزز حضرات کی طرف سے بھی عمل میں آئی ہے۔ کہ جن کے متعلق میں وہم بھی نہیں کر سکتا۔ کہ ان کو اخبار کی قیمت ادا کرنے میں کوئی دقت محسوس ہو سکتی ہے۔

اگر قارئین الحکم کا یہی طریق کچھ اور عرصہ رہا تو مجھے اندیشہ ہے۔ کہ یہ میرے لئے بھی حوصلہ شکن نہ ہو۔ میں احباب کو نہایت ادب سے توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اگر اخبار کو زندہ رکھنا ہے۔ تو جلد قیمتیں ارسال فرما دیں۔ (محمود احمد عرفانی)

مجلس مشاورت سنہ ۱۹۳۶ء کا افتتاح

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ کی افتتاحی تقریر

قادیان ۱۰ اپریل۔ آج بعد نماز جمعہ و عصر جو مسجد نور میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھائیں۔ ساڑھے تین بجے مجلس مشاورت کا پہلا اجلاس تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں شروع ہوا۔ اور تلاوت قرآن و دعا کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے افتتاحی تقریر شروع فرمائی۔ جو ساڑھے چھ بجے تک جاری رہی۔ جس میں حضور نے سب سے پہلے جماعت احمدیہ کو اپنی روحانی اصلاح اور تمام احکام اسلام پر پوری طرح عمل کرنے کی تلقین نہایت صحہ ہی مؤثر الفاظ میں فرمائی۔ پھر تبلیغ احمدیت میں ہر احمدی کو حصہ لینے کی تاکید کی۔ اور آخر میں سلسلہ کے مالی پہلو کو مضبوط بنانے کیلئے ایسی تجاویز پیش فرمائیں جن میں سے بعض پر عمل شروع ہو چکا ہے اور بعض پر ہونیوالا

دیہات سدھار کا کام قادیان میں

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر

حضور نے مٹی کھودی۔ اور ٹوکریاں بھریں۔ اور مٹی ڈالی

حضرت امام نے مزدور کے مقام کو بلند کر دیا

انبیاء اور ان کے جانشین ہمیشہ غربا کے لئے ابر رحمت ہوتے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے غزوہ خندق کے موقع پر بنفس نفیس اپنے ہاتھ سے کدال چلاکر مزدور کے سر کو ہمیشہ کے لئے اونچا کر دیا۔ تاریخ اسلام سلسلہ احمدیہ کے ذریعے اپنے آپ کو دوہرا رہی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں جبکہ مسجد اقصیٰ کی توسیع اور مستورات کے لئے جمعہ کی نماز کے لئے کمرہ بنانے کی تجویز زیر غور تھی۔ اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے جماعت سے مطالبہ کیا تھا۔ کہ جماعت اپنے ہاتھ سے مسجد میں سے مٹی نکال کر ایک کمرہ کی جگہ نکالے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح اول رضؓ نے ساری جماعت کو لیکر اپنے ہاتھ سے کام کیا۔ اور مٹی کو پھینکا۔ اب خلافت ثانیہ میں اس سنت کے احیاء کی ایک اور صورت پیدا ہوگئی۔ اور وہ یہ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کچھ عرصہ سے جماعت کو اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی تحریک فرما رہے تھے۔ اور جماعت میں یہ روح پیدا کر رہے تھے۔ کہ وہ کسی کام کو ذلیل و حقیر نہ جانے۔ اور اس طرح تعیش کی زندگی کی طرف مائل نہ ہو جائے۔ چنانچہ نیشنل لیگ اور نظارت امور عامہ نے دیہات سدھار کی طرز پر کام شروع کر دیا۔ نظارت امور عامہ نے قادیان کے مغربی جانب جو راستہ پرانے اڈے خانہ کو جاتا ہے۔ اس راستہ کی اصلاح اور درستی کا کام شروع کر دیا۔ ناظر صاحب امور عامہ نے ۲۱ر مارچ پچھلے ہفتہ اس کام کو شروع کیا۔ جماعت کے بڑے بڑے معززین نہایت شوق سے اس تحریک میں حصہ لینے کے لئے تشریف لے آئے۔ اور نہایت توجہ اور شوق سے یہ کام کرتے رہے دوسری دفعہ پھر نظارت نے ۲۸ر مارچ کو ۵ بجے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے اعلان لگایا۔ اس موقعہ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز بھی تشریف لائے اور آتے ہی پہلے اس چھپڑ میں جو عیدگاہ کے راستے میں بھٹہ ٹھیکیدار مولوی عبد اللطیف صاحب کے متصل ہے۔ کدال لیکر کام شروع کر دیا۔ یہ نظارہ بڑا ہی دلفریب اور ایمان پرور تھا۔ کہ حضرت امیر المومنین اپنے ہاتھ سے کدال چلا رہے تھے۔ اس طرح حضور نے اس سنت محمدی کا احیاء کیا۔ حضور کو ہاتھ سے کام کرتے ہوئے دیکھ کر ہر ایک شخص کے دل میں ایک زبردست جوش کی لہر پیدا ہوگئی۔ اور لوگ والہانہ طریق پر کام کرنے لگ گئے۔ وہ جگہ جہاں مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ اور وہ جگہ جہاں سے مٹی نکالی جا رہی تھی۔ بہت فاصلے پر تھی۔ اس لئے احباب نے دو رویہ قطاریں بنالی تھیں۔ ایک طرف سے مٹی جا رہی تھی۔ دوسری طرف سے خالی ٹوکریاں واپس آ رہی تھیں۔ کام کرنے والوں میں خاندان نبوت کے فرزند۔ اور جماعت کے معزز سربرآوردہ لوگ موجود تھے۔ خانصاحب نواب محمد عبد اللہ خاں صاحب بھی کام کر رہے تھے۔

احباب میں بہت بڑا جوش تھا۔ مگر ان کا جوش انہیں کچھ کام نہیں کرنے دیتا تھا۔ کیونکہ ٹوکریاں بہت کم تھیں۔ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز کو کام کرتے دیکھ کر لوگوں میں اس قدر جوش بڑھا۔ کہ گھروں سے بالٹیاں۔ ٹوکریاں وغیرہ کے علاوہ روٹی رکھنے کے چھابے۔ اور چنگیریں تک لے آئے۔

ڈاکٹر حشمت اللہ خاں صاحب کا ذکر قابل ذکر ہے۔ انہوں نے مٹی ڈالنے کے لئے ایک خاص قسم کا لباس بنوا لیا ہے۔ اس لباس کی وضع و قطع قیدیوں کے لباس سے ملتی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے تو اس خیال سے کہ صاف کپڑے خراب نہ ہوں۔ کپڑوں کے اوپر پہننے کے لئے یہ کپڑے بنوائے ہیں۔ سر میں مٹی نہ پڑے اسی کپڑے کا ایک کنٹوپ بھی بنوا لیا۔ مگر پہننے پر وضع و قطع ایسی بن گئی جس کا اوپر ذکر ہوا ہے میر صاحب قبلہ نے دیکھ کر مسکراتے ہوئے ڈاکٹر صاحب کے کان میں کہا۔ کہ آپ نے یہ کیا بنوا لیا۔ اس کی وضع تو قیدیوں کے لباس کی سی ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے جواب دیا۔

ہم قیدیوں سے بھی بدتر ہیں۔

یہ کہہ کر وہ دوڑ کر ٹوکری کی طرف گئے۔ اور اسے سر پر اٹھا لیا۔ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کیا بلحاظ اپنے پیشے کے اور کیا بلحاظ اپنے تقویٰ و طہارت کے جماعت کے ممتاز افراد میں سے ہیں۔ ان کا اس طریق پر ٹوکری اٹھانا بتلاتا ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے جماعت میں کیسی تبدیلی پیدا کی ہے جماعت کی یہ ٹریننگ بتلاتی ہے۔ کہ جماعت خدا تعالےٰ کے فضل سے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ کی قیادت میں ہر قسم کے بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہے۔

دنیاوی تحریکوں میں بڑے لوگ خود پیچھے رہتے ہیں۔ اور متوسط اور چھوٹے طبقے کے لوگوں کو آگے کرتے ہیں۔ مگر سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تحریکوں میں بڑے لوگ کسی شخص سے بھی کسی تحریک میں پیچھے نہیں رہتے۔ نواب عبد اللہ خاں۔ اور خاندان نبوت کے فرزندوں۔ اور ناظروں اور جماعت کے ہر فرد کا یہ قدم قابل صد مبارک ہے حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ نے صرف مٹی ہی نہیں کھودی بلکہ اس موقعے پر مختلف کام سرانجام دیئے۔ ان لائنوں میں پھر کر ایک ایک آدمی کو جلدی کرو۔ جلدی کرو کی تاکید فرماتے۔ اور ہر شخص کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ پھر جس جگہ مٹی ڈالی جا رہی تھی۔ وہاں جاکر اپنے ہاتھ سے مٹی کی متعدد ٹوکریاں ڈالیں۔

حضرت امیر المومنین کا مزدوروں کی صف میں کھڑے ہوکر خود کام کرنا نہ صرف جماعت میں زندگی کی روح پیدا کرتا ہے۔ اور نہ صرف سنت محمدیہ کا احیاء ہے۔ بلکہ قیامت تک کے لئے احمدی مزدور کے سر کو بلند کر دیتا ہے۔

نظارت امور عامہ اس فکر میں ہے۔ کہ وہ جلد ٹوکریوں یا بالٹیوں کا ایک سٹاک مہیا کرکے اس کام کو پایہ تکمیل تک پہنچا دے۔ اللہ تعالےٰ ان کے ارادے اور کام میں برکت ڈالے

(آمین)

حضرت امیرالمومنین کے سفر یورپ کا ایک ورق

مکالمہ بمقام ہوٹل یورا پیرس

۲۶ اکتوبر ۱۹۲۴ء یوم یک شنبہ

حضرت والد صاحب قبلہ کے کاغذات میں یہ مکالمہ میری نظر پڑا۔ چونکہ یہ ایک نایاب چیز ہے۔ اس لئے میں اسے قارئین الحکم تک پہنچانے کا شرف حاصل کرتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

کپتان:۔ آپ کا صحیح مشن کیا ہے۔ خلافت یا کچھ اور

حضرت:۔ ہمارا مشن اسلام کو دنیا میں پھیلانا ہے اور دنیا میں اسلام کے ذریعہ حقیقی امن قائم کرنا۔ خصوصاً مغربی ممالک میں۔

کپتان:۔ آپ نے اس مقصد کے لئے کیا پروگرام تجویز کیا ہے۔

حضرت:۔ ہمارا پروگرام بنا بنایا ہے۔ ہم پہلے سے اکثر ممالک میں کام کر رہے ہیں۔ اور دنیا کو اس بشارت کی طرف بلاتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سلسلہ کے بانی کے ذریعہ دی ہے۔ مختلف ممالک میں ہمارے مشن کام کرتے ہیں۔ انگلینڈ میں ہے۔ امریکہ میں تین سال سے ہے۔ جرمنی میں دو سال سے۔ ایسا ہی مغربی افریقہ گولڈ کوسٹ نائیجیریا میں ہے۔ مصر میں ہے۔ ایشیا میں اکثر جگہ ہمارے مشن ہیں۔ بخارا۔ افغانستان۔ ایران (طہران میں مشنری ہے) آسٹریلیا میں بھی ہے۔ اور ہالینڈ میں بھی تبلیغ کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ غرض جیسے جیسے حالات اور اسباب پیش آتے جاتے ہیں۔ اس سلسلہ کی اشاعت کے لئے مشن قائم ہو رہے ہیں۔

کپتان:۔ آپ کے کام کو لوگ کس حد تک پسند کرتے ہیں؟

حضرت:۔ ہم اس اصول پر کام نہیں کر رہے۔ کہ لوگ اسکو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ اس آسمانی پیغام کو جو خدا نے بانی سلسلہ کے ذریعہ دیا پہنچانا ہمارا فرض ہے۔ اور اگر ساری دنیا بھی اس کو ناپسند کرے۔ اور مخالفت کرے تو بھی ہم اس تبلیغ کو روک نہیں سکتے۔ ہماری مخالفت ہونا ضروری ہے۔ اس لئے کہ ہمیشہ جب خدا نے کسی نبی کو دنیا میں بھیجا ہے۔ تو لوگوں نے اس کی دعوت کی مخالفت کی ہے۔ مگر مخالفت انہیں اپنے کام سے نہیں روک سکی۔ اسی طرح یہ سلسلہ خدا کے الہام اور وحی سے قائم ہوا ہے۔ پس ہم اس اصول پر کام نہیں کر رہے۔ کہ پہلے علم النفس کو دیکھیں۔ پھر اپنا کام شروع کریں بلکہ خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ ایک شخص کو کھڑا کیا ہے۔ تاکہ وہ دنیا میں حق کو پھیلائے۔ ہمارا کام اسکو پیش کرنا ہے۔ یہ نہیں دیکھنا کہ لوگ اس کو پسند کرتے ہیں یا نہیں۔ ہم کو خدا تعالیٰ کی صفات کے موافق تعلیم دینا ہے۔

کپتان:۔ خدا تعالیٰ کی صفات کے متعلق ذرا زیادہ وضاحت کریں۔

حضرت:۔ ہم خدا میں یقین رکھتے ہیں۔ ایسے طور پر کہ کوئی شک شبہ باقی نہ رہے۔

ہیں۔ کہ اس کی صفات ہمیشہ زندہ ہیں۔ ہم اس خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ جس کی نسبت کہا جاوے۔ کہ وہ پہلے بولتا تھا۔ مگر اب خاموش ہے۔ اس نے موسیٰ سے کلام کیا۔ ابراہیم سے یعقوب داؤد و سلیمان سے کلام کیا اس نے یوسف اور مسیح ابن مریم کو اپنے کلام سے نوازا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بولتا رہا مگر اب کسی ... سے نہیں بولتا

نہیں۔ بلکہ ذاتی تجربہ کے ساتھ ہم مانتے ہیں۔ کہ اب بھی وہ اسی طرح کلام کرتا ہے۔ اور اسی صفت کلام کا اب بھی اسی طرح ظہور ہوتا ہے جس طرح دوسری صفات کا۔ ایسا ہی ہم یہ بھی یقین رکھتے ہیں۔ کہ جو شخص اس مقصد کے لئے آتا ہے۔ کہ اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی صفت کلام کا ظہور ہو۔ اور وہ خدا تعالیٰ پر ایک زندہ ایمان پیدا کرے۔ اور خدا تعالیٰ کی صفات کا جلوہ گر ہو۔ اس پر ہی یہ سلسلہ ختم نہیں ہو جاتا۔ بلکہ وہ اپنے پیچھے ایسے لوگ چھوڑ جاتا ہے۔ جو اسی قسم کی قدرتیں اور قوتیں خدا تعالیٰ سے پاتے ہیں۔ وہ یہاں متی کی طرح کوئی کھیل نہیں دکھاتا۔ بلکہ مستقل طور پر اپنی قوتیں جو خدا سے اس کو ملتی ہیں اپنے سچے متبعین میں چھوڑ جاتا ہے۔ ہماری جماعت کے ہزاروں آدمی اس بات کا تجربہ رکھتے ہیں۔ اور میں بھی خدا کے فضل سے صاحب تجربہ ہوں یہ پہلا مرکزی نقطہ ہے۔ جو خدا کی صفات کے متعلق ہم پیش کرتے ہیں۔ اور اسی پر ہم قائم ہیں۔

کپتان:۔ کیا آپ کا دوسرے الفاظ میں یہ مطلب ہے کہ پرافٹ اعلیٰ نمونہ رکھتے ہیں۔

حضرت:۔ نہ صرف یہ کہ وہ اعلیٰ نمونہ ہوتے ہیں۔ بلکہ اعلیٰ نمونہ چھوڑ بھی جاتے ہیں۔ اور جب کہ مسیح نے کہا ہے درخت اپنے پھلوں سے شناخت کیا جاتا ہے اگر کسی مذہب کے ثمرات باقی نہیں ہیں تو وہ ان درختوں کی مانند ہیں جو خشک ٹہنیاں رکھتے ہیں۔ اور کسی قسم کا پھل نہیں دیتے۔ وہ زیادہ دیر تک باغ میں نہیں رکھے جا سکتے۔ وہ بدلنے کے قابل ہیں۔

کپتان:۔ آپ کے اس کلام کا خلاصہ کیا ہے؟

حضرت:۔ ہم زندہ خدا پر ایمان لاتے ہیں۔ جس کے صفات کے مظہر ہمیشہ پائے جاتے ہیں۔ اور اب بھی موجود ہیں۔

کپتان:۔ اور آپ کا کیا اصول ہے۔

حضرت:۔ دوسرا اصول جسکی بانی سلسلہ نے تعلیم دی وہ یہ ہے۔ کہ خدا ایک ہے۔ خدا کی وحدانیت کا یوں تو ہر مذہب دعویٰ کرتا ہے۔ مگر کوئی دعویٰ قابل پذیرائی نہیں ہو سکتا۔ جب تک اس کا ثبوت اور دلیل نہ ہو۔ ایمانیات کے متعلق جو دعویٰ ہو۔ وہ اعمال سے ثابت ہوگا۔ اور ثمرات سے۔ دوسرے مذاہب جب توحید کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تو امتیاز کے لئے پہلے توحید کی تعریف ہونی چاہیئے۔ ہمارے سلسلہ کے بانی نے فرمایا ہے۔ کہ اگر توحید کا اثر اعمال پر نہیں تو اس دعویٰ کی الفاظ سے زیادہ وقعت نہیں ہے آپ جانتے ہیں کہ ایسی بات کی کچھ بھی قیمت نہیں۔ کہ ایک شخص منہ سے تو کہے مگر اس کے اعمال سے وہ ظاہر نہ ہو۔ ہمارے سلسلہ کے بانی نے اس اصول کو قائم کیا ہے۔ کہ تمہارا ایمان تمہارے اعمال سے ظاہر ہو۔ جب تک تمام امور اور اعمال خدا کی مرضی کے موافق نہ ہوں۔ تو ہم تاجر ہوں۔ یا دنیا میں کوئی اور شغل رکھتے ہوں۔ ہماری حرکت اور ہر فعل اس بات کا ماننے والے ہیں۔

کپتان:۔ اظہار توحید کا کیا طریق ہے۔ مثال سے واضح فرمائیے۔

حضرت:۔ ایک شخص دھوکہ دیکر یا چوری کر کے روپیہ پیدا کرتا ہے۔ تو ہم یہ کہیں گے کہ وہ خدا کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا۔ بلکہ خدا ہی پر ایمان نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ خدا کے مقابلہ میں روپیہ

کو مقدم کرتا ہے۔ اور خدا کی صفت رزاقی پر ایمان نہیں رکھتا۔

کپتان:۔ کوئی اور مثال۔

حضرت:۔ ہر قسم کے معاملات میں جب انسان خدا کی مرضی کے خلاف کرتا ہے۔ تو وہ توحید کے مقام کو چھوڑ دیتا ہے۔ ایک عورت اور مرد جو اچھے تعلقات نہیں رکھتے۔ اور وہ غلط راستہ کو اختیار کرتے ہیں۔ وہ خدا پر یقین نہیں رکھتے۔ اور اس کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان نہیں لاتے کہ وہ ان حالات کو تبدیل کر سکتا ہے۔

کپتان:۔ میں جناب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ ایسے میاں بی بی خدا کی توحید پر ایمان رکھ سکتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ وہ باہم وفادار ہوں

حضرت:۔ نہیں وہ کبھی خدا پر ایمان نہیں رکھتے۔ وہ عورت یا مرد اس لئے بد اخلاقی کو اختیار کرتے ہیں۔ کہ وہ خدا کی اس قدرت اور صفت پر ایمان نہیں رکھتے کہ وہ ان حالات میں تبدیلی کر سکتا ہے۔

کپتان:۔ اگر وہ عورت وفادار نہیں ہے۔ تو اس کے لئے کیا تعزیر ہے۔

حضرت:۔ بانی سلسلہ نے جو کچھ بیان کیا ہے۔ میں وہ بتاتا ہوں۔ پہلے آپ کو یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ ہم بانی سلسلہ کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ وہ کوئی نئی شریعت لیکر آئے تھے۔ بلکہ وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خادم تھے۔ اور اسی شریعت کو قائم کرنے اور اس کی تجدید کے لئے خدا نے ان کو نبی کر کے بھیجا تھا۔ زیادہ صفائی کے ساتھ میں کہتا ہوں کہ جو مقام اور مرتبہ ان کو نبوت کا ملا۔ وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا نتیجہ تھا۔ گویا وہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا ایک زندہ ثبوت تھے۔ ان کی امداد ایسی ہی تھی۔ جیسے حضرت موسےٰ کے بعد خدا نے یشوع کو کھڑا کیا۔ یا جس طرح پر موسوی سلسلہ میں ایلیا نبی تھے یا مسیح تھے۔ پس ہمارے بانی سلسلہ نے بتایا ہے۔ کہ بسا اوقات اختلافات کی وجہ یہ ہوتی ہے۔ کہ میاں بیوی ایک دوسرے کو سمجھتے نہیں۔ اور غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اور باہم جھگڑنے لگتے ہیں۔ ایسے وقت میں قرآن مجید نے بتایا ہے۔ کہ ایک کمیشن تحقیقات کے لئے مقرر ہو حکماً من اھلہ وحکماً من اھلھا۔ یعنی ایک مرد کے قبیلہ کا آدمی اور ایک عورت کے خاندان کا۔ اور دونوں ملکر ان اسباب پر غور کریں۔ جو کہ اختلاف اور جھگڑے کا موجب ہوئے ہیں۔ اور پھر اس غلط فہمی کو رفع کر کے ان کو سمجھا دیں۔

کپتان:۔ کیا یہ پہلا کام ہے؟

حضرت:۔ نہیں یہ پہلا مرحلہ نہیں۔ پہلا مرحلہ یہ ہے کہ عورت اور مرد باہم ایک دوسرے کو غلط فہمی سے بچانے کی خود کوشش کریں۔ اس کے بعد یہ دوسرا مرحلہ ہے۔ اور اصل تو یہ ہے۔ کہ اسلام معاشرتی معاملات میں پہلے لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔ اور شادی سے پہلے دعاؤں کے ذریعہ خدا سے مدد پانے کی تعلیم ہے۔ پھر جب شادی کا موقعہ آتا ہے۔ تو لازماً اس موقعہ پر ایک سرمن (خطبہ) ہوتا ہے۔ اس میں خدا کی وحدانیت اور میاں بیوی کے فرائض کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اور ان کو بتایا جاتا ہے۔ کہ ایک کے دوسرے پر کیا فرائض ہیں۔ اور اس تعلق کے بعد کیا ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور ان کو بتایا جاتا ہے۔ کہ تم میں سے ہر ایک کو یہ یقین نہیں کر لینا چاہیئے۔ کہ تم میں کوئی نقص نہیں۔ اس لئے تمہارا فرض ہے کہ ان نقائص اور کمزوریوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک دوسرے سے ملکر زندگی بسر کرو۔

(اس موقعہ پر مکرمی چوہدری ظفر اللہ خاں صاحب تشریف لے آئے۔ وہ پیرس میں کل سے آئے ہوئے تھے۔ اور ہوٹل لارڈ کیسرین میں مقیم تھے۔ مگر ان کو یہ معلوم نہ تھا۔ کہ حضرت کہاں ٹھیرے ہیں۔ انہوں نے لنڈن تار دیکر پتہ منگوایا۔ اور وہاں سے پتہ معلوم ہونے پر وہ حاضر ہوئے عرفانی)

کپتان:۔ ایسے تنازعات میں کس کے بیان پر فیصلہ ہوگا؟

حضرت:۔ ہم کو ایسے تنازعات میں قریبی لوگوں کے بیانات پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ اور ہمسائیوں سے مرد اور عورت کے مزاج کی تحقیقات کرنی ہوگی۔ تاکہ حقیقت معلوم ہو سکے۔ اور فیصلہ کرنے میں آسانی ہو۔ کہ کس کا قصور کس حد تک ہے۔

کپتان:۔ اشاعت اسلام میں یہ کیونکر معلوم ہو۔ کہ اسلام دوسرے مذاہب سے افضل ہے

حضرت:۔ یہ بہت صاف بات ہے۔ کہ اگر کوئی شخص ذرا فکر سے کام لے۔ تو اس پر یہ حقیقت کھل جائے گی۔ کہ اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے۔ جو انسان کو خدا تک پہونچا دیتا ہے۔ اور نجات کا وارث بناتا ہے۔ اور دوسرے مذاہب میں اب وہ قوت اور روح نہیں ہے پہلی بات یہ ہے۔ کہ اسلام کہتا ہے۔ کہ الہام کا دروازہ ہمیشہ کھلا ہے۔ دوسرے مذاہب اس کے مقابلہ میں کہتے ہیں۔ کہ اب کسی کو الہام نہیں ہوتا۔ اور یہ دروازہ اب بند ہے۔ اور نہ وہ کسی ایسے انسان کو پیش کرتے ہیں۔ جو یہ دعویٰ کرتا ہو۔ کہ اس سے خدا تعالیٰ کلام کرتا ہے۔ ایسی صورت میں ظاہر ہے۔ کہ وہ عملاً مردہ ہیں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ قرآن کریم کی تعلیم قانون قدرت کے موافق ہے۔ ہمارے سلسلہ کے بانی نے اسباب پر زور دیا ہے۔ اور زور ہی نہیں دیا بلکہ ثابت کر دکھایا ہے۔ اور ہم ہر وقت صداقت کو ثابت کرنے کو تیار ہیں۔ کہ اسلام کی کوئی تعلیم قانون قدرت کے خلاف نہیں ہے۔ خدا کا کلام اور خدا کا کام باہم ایک ہوتے ہیں۔

کپتان:۔ انسان کہتا کچھ اور کرتا اور ہے۔

حضرت:۔ اسلام اس کو پسند نہیں کرتا۔ بلکہ وہ مومن کے قول اور فعل میں مطابقت کی تعلیم دیتا ہے۔ اس نے اسکو سخت ناپسند کیا ہے۔ کہ انسان زبان سے کچھ اور کہے اور عمل اور۔ پس جب خدا یہ پسند نہیں کرتا۔ کہ انسان کے کام اور کلام میں تفرقہ ہو۔ تو خود اس پاک ہستی کے کام اور کلام میں کیونکر تفرقہ ہو سکتا ہے۔

کپتان:۔ اس کو مثال سے بتائیں۔

حضرت:۔ عیسائی کہتے ہیں۔ کہ مسیح نے تعلیم دی ہے کہ کوئی تمہاری ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسری پھیر دو۔ بظاہر یہ تعلیم بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہے۔ مگر میں آپ سے ہی پوچھتا ہوں کہ کیا یہ تعلیم ایسی ہے کہ اس پر عمل ہو سکے نہ تو خود انسان کی نیچر ایسی ہے۔ کہ وہ اس پر ہمیشہ عمل کر سکے۔ اور نہ اس کے نتائج ایسے ہو سکتے ہیں۔ کہ ان سے امن پیدا ہو۔ پس اسلام اس کو ناقص کہتا ہے۔ اور وہ اس کے مقابلہ میں ایک ایسی تعلیم دیتا ہے۔ جو ہر حالت میں مکمل اور واجب العمل ہے۔ میں ذرا کھول کر بیان کرتا ہوں۔ کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اس تعلیم پر عمل کرنے سے بعض اوقات فتنہ بڑھتا ہے اور کیا یہ سچ نہیں کہ بہت سے لوگ فطرتاً ایسے ہوتے ہیں۔ کہ بجائے نرمی کے وہ سزا سے درست ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ تعلیم سائیکالوجی کے خلاف ہے۔ انسان دو قسم کی فطرت رکھتے ہیں۔ بعض عفو سے اصلاح پذیر ہوتے ہیں۔ اور بعض سزا سے۔ پس اس فطرت صحیحہ کو مد نظر رکھ کر اسلام یہ تعلیم دیتا ہے۔

جزاء سیئۃ سیئۃ مثلھا فمن عفی واصلح فاجرہ علی اللہ

اسلام سزا یا عفو کا مقصد اور غایت اصلاح قرار دیتا ہے۔ کہ اصل امر جو ہم کو مد نظر رکھنا ہے وہ اصلاح ہے۔ پس اگر اصلاح عفو سے ہو سکتی ہے تو عفو کرو۔ اور اگر سزا سے تو سزا دو۔ کیونکہ اس شخص کا ذاتی اور انسانیت کا بھلا اسی میں ہے۔ اگر صرف معاف کرتے جائیں تو نہ صرف وہ خود ہلاک ہوگا۔ بلکہ دوسروں کے لئے دکھ کا موجب ہو جائیگا۔

پس اسلام تعزیز عفو کا ایک مقصد قائم کر دیتا ہے عیسویت یہ نہیں بتلاتی کہ عفو کی غرض کیا ہے۔ اب اس ایک ہی تعلیم کے مقابلہ سے معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم اپنے ساتھ معقولیت ہی نہیں رکھتی بلکہ وہ فطرت انسانی کو مد نظر رکھ کر دی گئی ہے اور ہر پہلو سے مکمل ہے۔

ایک بات اور میں مثال کے طور پر لے لیتا ہوں وہ طلاق کا مسئلہ ہے۔ اور یہ عین انسانی فطرت کے مطابق ہے۔ بعض وقت ایسے حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ ان کا علاج سوائے طلاق کے نہیں ہو سکتا۔ شادی میں یہی خیال ہوتا ہے۔ کہ وہ خوشی سے زندگی بسر کریں گے۔ لیکن بعض ایسے سامان پیدا ہو جاتے ہیں۔ کہ دونوں کی خیر خواہی علیحدگی میں ہوتی ہے۔ اور اگر ان کو الگ نہ کیا جائے تو یا تو وہ بد اخلاقیوں میں مبتلا ہو جائیں گے ٭٭

٭٭ یا بعض دوسری قسم کی مصیبتوں میں گرفتار ہو کر زندگی ختم کر دیں گے۔ ایسی صورت میں اسلام ہی ہے جو طلاق کی تعلیم دیکر اصل علاج بتاتا ہے۔

کپتان: عیسائیت کا بھی یہی نقطۂ خیال ہے۔

حضرت: نہیں۔ عیسائیت میں بجز زنا کے طلاق نہیں ہے اسلام میں یہ شرط نہیں ہے۔ بلکہ وہ ایسے حالات میں بھی طلاق تجویز کرتا ہے۔ جہاں دونوں کی زندگی امن میں نہ ہو۔

کپتان: کیا ہمیشہ طلاق ہی ہوگا۔

حضرت: نہیں میں نے تو بتایا ہے۔ کہ معاشرتی امور کی اصلاح کے مدارج ہیں۔ پہلے تعلیم ہے پھر تفہیم ہے۔ پھر حکماً من اہلہ و حکماً من اہلہا کے بعد طلاق ہے۔

کپتان: ایسا قابل جج کون ہے۔

حضرت: دنیا کی دوسری عدالتوں میں آخر جج فیصلہ کرتے ہیں یا نہیں۔

کپتان: مگر اس کمیشن کے لوگ رشتہ دار اور ایک گھر میں تو نہیں رہتے۔ جو صحیح رائے قائم کر سکیں۔

حضرت: اس کی ضرورت نہیں۔ صحیح علم ہو جاتا ہے۔

کپتان: کیا فیصلہ کے وقت وہ واقعات کا اندازہ اس دن سے کریں گے جبکہ وہ ان معاملات پر غور کرنا شروع کریں گے

حضرت: نہیں وہ تمام حالات کا علم حاصل کریں گے جب سے کہ اختلاف شروع ہوا۔ اور وہ رشتہ دار ہونگے۔

کپتان: کیا عورت اور مرد اس فیصلہ کے پابند ہونگے۔

حضرت: نہیں اگر ان کا فیصلہ دونوں کی علیحدگی کا ہے۔ اور عورت مرد اکٹھے رہنے پر راضی ہیں۔ تو وہ رہ سکتے ہیں۔ اس فیصلہ سے صرف یہ ظاہر ہوگا۔ کہ دوسرے لوگ بھی اب یہی فیصلہ کرتے ہیں۔ کہ علیحدگی ہو جاوے۔

کپتان: اس معاملہ میں احتیاط کی کیا صورتیں ہیں۔

حضرت: میں نے پہلے بھی بتایا ہے۔ کہ اسلام تو احتیاط کی تعلیم شادی سے بھی پہلے سے دیتا ہے۔ شادی کی غرض و غایت وہ نفسانی شہوات نہیں بتاتا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ بہت سے لوگ دنیا میں خوبصورتی۔ دولت یا نسب کے سبب سے شادی کرتے ہیں۔ مگر مسلم تیری غرض و غایت دیندار عورت سے شادی کرنا ہے۔ پس جب انسان کا مقصد نفس شادی میں اعلیٰ درجہ کا ہو اور مادی مقصد نہ ہو تو اس میں خدا کا خوف اور ایک دوسرے کی کمزوریوں کو نظر انداز کرنا ہوگا۔

پھر دوسری بات یہ ہے۔ کہ شادی کے موقعہ پر ایک دوسرے کے فرائض سے ان کو آگاہ کیا جاتا ہے۔ پھر تیسری بات یہ ہے کہ اسلام عورتوں کو دوسرے مردوں سے آزادانہ اور بے تکلفانہ ملنے کی اجازت نہیں دیتا۔

کپتان: میں اس کی تعریف کرتا ہوں۔ یہ بہت اعلیٰ بات ہے۔

حضرت: اسلام یہ اجازت نہیں دیتا۔ کہ کوئی عورت کسی غیر محرم مرد کے ساتھ الگ کمرہ میں بیٹھے۔ اور نہ یہ اجازت ہے۔ کہ عورت اپنے جسم کے ایسے حصے ظاہر کرے۔ جو انسان کے خیالات کو برانگیختہ کرتے ہیں۔ علم النفس بتاتا ہے۔ کہ انسان کے خیالات ایک دوسرے پر منتقل ہوتے ہیں۔ اور آواز، آنکھ۔ اور حس لمس کے ذریعہ اپنے خیالات دوسرے پر ڈالے جا سکتے ہیں۔ اور دوسروں کے خیالات اس طریق پر ہم میں آ سکتے ہیں۔

پس اسلام ان تین ذریعوں کے متعلق جو احتیاط ہو سکتی ہے۔ اس کی تعلیم دیتا ہے۔

آواز ایک ایسی چیز ہے۔ کہ اس پر حکومت نہیں ہو سکتی۔ اگر یہ حکم دیا جائے۔ کہ کوئی مرد کسی عورت کی یا عورت کسی مرد کی آواز نہ سنے۔ تو یہ ناممکن ہے۔ کیونکہ پھر یہ حکم دینا پڑیگا۔ کہ مرد اور عورت کلام ہی نہ کریں اور یہ ناممکن ہے۔ مگر یہ ہو سکتا ہے۔ کہ عورت یا مرد ایسی آواز نہ سنیں جو جذبات پر مؤثر ہو۔ جیسے ایک دوسرے کے گانے کی یا میوزک وغیرہ۔

آنکھ کے متعلق انسان حکومت رکھتا ہے۔ کہ چاہے اسے کھولے یا بند کرے۔ اس لئے اس کو حکم دیا گیا۔ کہ وہ غض بصر سے کام لے۔ مدارج کے لحاظ سے مغربی ممالک میں جو شخص نیچی نگاہ رکھتا ہو وہ اچھا آدمی نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن جو شخص مذہب کی ہدایت کے ماتحت ایسا کریگا۔ وہ بد دیانت نہیں ہوگا۔ گو مغربی ممالک کے لوگ اسکو پسند نہ کریں گے۔ مگر ہم کو خدا تعالےٰ کے احکام کی تعمیل کرنا ہے۔ لوگوں کی پسندیدگی یا نفرت مدنظر نہیں۔ لنڈن میں ایسا ہوتا رہا۔ اور غلط فہمی ہو سکتی تھی۔ مگر ہمارے سمجھانے پر ان کو علم ہو گیا۔ اور یہ حکم مرد اور عورت دونوں کے لئے یکساں ہے۔ عورت کو بھی حکم ہے کہ وہ اپنی نظر نیچی رکھے۔

کپتان: اس کی وجہ کیا ہے۔

حضرت: میں نے بتایا ہے۔ کہ جب نفسانی خواہشات پیش آتی ہیں۔ تو آواز آنکھ۔ یا لمس کے ذریعہ خیالات کا اثر دوسرے پر ڈالا جا سکتا ہے۔ اور عورت یا مرد میں سے جو کمزور ہوگا۔ وہ اس کا شکار ہو جائیگا۔ اس لئے اسلام نے حفظ ماتقدم اور احتیاط کے طور پر علاج بتا دیا۔

کپتان: سوال یہ ہے۔ کہ اس کی حفاظت کیونکر ہو

حضرت: ان امور کا انسداد بیرونی قوانین سے نہیں ہو سکتا۔ بلکہ مذہب سے ہوتا ہے یعنی مذہبی تعلیم اور خدا کا قرب انسان کو گناہ سے بچاتا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے۔ کہ گناہ ایسی صورت میں دور ہوتا ہے۔ کہ انسان کو خدا تعالیٰ پر کامل یقین ہو۔ اور اس کا ایمان زندہ ایمان ہو۔ تب وہ گناہ سوز فطرت پیدا کریگا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جب ایک شخص یہ علم رکھتا ہے۔ کہ اس بل میں سانپ ہے۔ تو کبھی اس میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ یا شیر کے بھٹ میں نہیں جاتا۔ یا آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اس لئے کہ اس کو یقین ہے۔ کہ فوراً جل جائیگا اسی طرح پر اگر خدا پر بھی ایسا ایمان ہو تو وہ گناہ کے نزدیک بھی نہیں جائے گا۔ کیونکہ اس کو ایک علم اور بصیرت پیدا ہو جائیگی۔ کہ گناہ ہلاک کر دینے والی زہر ہے۔ اور یہ یقین خدا پر انسان کو اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک وہ خدا کو نہ دیکھ لے۔ اور یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے۔ جب خدا تعالیٰ سے وحی پاکر انسان آتے رہیں۔ ان لوگوں کا وجود ایک آیۃ خدا نما ہوتا ہے۔

بہت سے لوگ اس بات کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہ پہلے نبی جب آئے تو لوگوں نے ان کا انکار کیا۔ اگر ہم ہوتے تو ان کو قبول کرتے۔ مگر یہ نرا دعویٰ ہی ہوتا ہے۔ جب ایسے لوگوں کے پاس خدا کا نبی آتا ہے۔ تو بہت ہی کم ہوتے ہیں جو قبول کرتے ہیں۔

گذشتہ جنگ عظیم کی خبریں پڑھ کر ہر شخص کہہ سکتا ہے۔ کہ میں اگر فلاں موقعہ پر ہوتا۔ تو ایسا کرتا۔ لیکن اگر وہ بھیجے جاتے تو عمل سے ثابت ہوتا۔ کہ بہادر نہیں۔ برستی ہوئی آگ کے نیچے کھڑے رہنا ہر ایک کا دل گردہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح پر خدا پر ایمان کی کیفیت ہے۔ اس وقت تو خدا پر ایمان صرف توریثی رنگ رکھتا ہے۔ ذاتی مشاہدہ کے ذریعہ نہیں۔ اس لئے ایسا ایمان ہر وقت خطرہ میں ہے۔ لیکن اگر ہم اللہ تعالیٰ کی صفات کا مشاہدہ کریں تو کوئی چیز ہمارے ایمان کو ہلا نہیں سکتی۔ ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔ نہیں۔ بلکہ دعویٰ سے کہتے ہیں۔ کہ ہمارا ایمان توریثی نہیں۔ بلکہ ہم نے خدا کی صفات کو بانی سلسلہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ مشاہدہ کیا۔ اور نہ صرف مشاہدہ کیا بلکہ اس کے ذریعہ اسکا تجربہ کیا۔ اور اب بھی یہ راہ کھلی ہے۔ جو چاہے اس کا تجربہ کر کے دیکھ لے۔

کپتان: روزہ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔

حضرت: خدا تعالےٰ نے بتایا ہے۔ اور تجربہ اور مشاہدہ ہمکو اس کے ماننے پر مجبور کرتا ہے۔ کہ جسم اور روح ایک دوسرے پر اثر ڈالتے ہیں۔ مثلاً اگر انسان کے دل میں کوئی افسوس ناک امر ہو اور وہ رنجیدہ ہو۔ تو خواہ وہ کتنا ہی چاہے۔ اور کوشش کرے اس رنج اور غم کے آثار اس کے چہرہ پر نمودار ہو جائیں گے۔ اور ایسا ہی اگر دل میں خوشی ہو تو چہرہ پر مسرت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ اس اصل کو مدنظر رکھ کر کہ جسم کے اعمال و حرکات کا اثر روح پر پڑتا ہے۔ ہم روزہ کی حقیقت کو دیکھتے ہیں۔ روزہ میں انسان ایک وقت

یعنی صبح صادق سے لیکر غروب آفتاب تک۔ ان جائز اور حلال چیزوں کے استعمال سے محض اس لئے بچتا ہے۔ کہ خدا نے ایسا حکم دیا ہے۔ جب وہ ایک ماہ تک اپنی ذاتی ضروریات کو ترک کرتا ہے۔ تو وہ گیارہ ماہ تک کیوں نہیں بچے گا۔ اور دوسروں کے اموال پر کیوں تصرف کرے گا۔ یقیناً اس ایک ماہ کا مجاہدہ آئندہ گیارہ ماہ تک کے لئے دوسروں کے حقوق تلف کرنے سے بچاتا ہے۔

دوسری بات یہ حاصل ہوتی ہے۔ کہ کسی چیز کی حقیقت نہیں معلوم ہوتی جب تک کہ وہ کھوئی نہ جاوے۔ ایک آدمی جو آنکھیں رکھتا ہے۔ وہ دوسرے اندھے کی مصیبت کو نہیں سمجھ سکتا۔ لیکن جب آنکھ جاتی رہے تو پتہ لگتا ہے۔ اس لئے روزہ ایک قسم کا کھونا اور پانا ہے۔ روزہ سے غربا کی مدد کی صحیح روح پیدا ہو جاتی ہے۔ بھوک پیاس کی حقیقت اور اثر کا پتہ لگتا ہے۔

کپتان:۔ کیا یہ روزہ تمام مسلمانوں کے لئے ضروری ہے۔

حضرت:۔ جو مسلمان تندرست ہیں۔ اور بالغ ہیں ان کے لئے ضروری ہے۔ جو بیمار ہیں یا جو عورتیں حاملہ ہیں۔ اور جو دودھ پلاتی ہیں۔ ان کو رخصت دی گئی ہے۔ کہ وہ نہ رکھیں ایسا ہی مسافر کے لئے۔

کپتان:۔ عورت کو کس طرح شرارت سے بچا سکتے ہیں۔

حضرت:۔ میرے خیال میں تین باتیں ہیں۔ جن سے یہ بدی پیدا ہوتی ہے۔ اوّل۔ دوسرے لوگوں سے آزادانہ اختلاط۔ دوم مسیح کی تعلیم کو صحیح طور پر نہیں سمجھا گیا۔ اور یہ عقیدہ بنا لیا گیا۔ کہ وہ ہمارے لئے مصلوب ہوا۔ اور کفارہ ہو گیا۔ اس عقیدہ نے گناہ پر دلیر کر دیا ہے۔ تیسری بات یہ ہے۔ کہ طلاق نہیں۔ میاں بیوی کے حالات اس حد تک پہونچ جاتے ہیں۔ کہ ان کو الگ ہو جانا چاہیئے۔ اور عیسائی مذہب بجز زنا کے طلاق کی اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے اس کا ارتکاب ہونے لگتا ہے۔ اگر یہ تینوں باتیں ترک کر دی جائیں۔ تو مجھے یقین ہے۔ کہ اسلام کی صحیح تعلیم پر عمل کر کے اس میں اصلاح ہو جائے۔

کپتان:۔ کوئی اور اسباب بھی ہیں۔

حضرت:۔ ہاں ایک اور چوتھی بات بھی ہے۔ اور وہ شراب کا استعمال ہے۔ اور اخلاق کی صحیح کیفیت اور حقیقت نہیں سمجھی گئی۔ شراب کے کثرت استعمال نے لوگوں کے اخلاق کو بگاڑ دیا ہے۔ میں جب کثرت استعمال کا فقرہ بولتا ہوں۔ تو یہ مطلب نہیں کہ تھوڑی جائز ہے۔ شراب قطعاً جائز نہیں۔ اور اس کا تھوڑا استعمال بھی بداخلاقی اور بدکاریوں کی جڑ ہے۔ فلاسفروں نے اچھی یا بُری چیز کا معیار نہایت غلط قائم کیا ہے۔ اور انہوں نے اس غلط معیار سے بدی کے پھیلنے میں مدد دی ہے۔ فلاسفر کہتے ہیں۔ کہ اچھی چیز وہ ہے۔ جس سے زیادہ خوشی پیدا ہو۔ اور بری وہ جس سے تکلیف اور نقصان ہو۔ اسی طرح خوشی اور ناخوشی کی تعریف نے مغالطہ میں ڈال دیا۔

شراب کے متعلق ان بزرگوں نے ایک اور غلطی کھائی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ خدا نے جو بعض چیزوں سے روکا ہے تو بطور سزا کے روکا ہے۔ درحقیقت کوئی نقصان نہیں ان تمام غلطیوں نے ملکر شراب کی کثرت کر دی ہے۔ اور پھر اس سے جس قسم کے جرائم اور بدکاریاں پھیل رہی ہیں۔ وہ ظاہر ہیں۔ اسلام نے اس کو منع کیا۔ اور حرام ٹھیرایا ہے اور اب واقعات دنیا کو مجبور کر رہے ہیں۔ کہ وہ شراب کی حرمت کو تسلیم کریں۔ جیسے امریکہ نے کیا ہے۔

کپتان:۔ حکماً من اہلہ وحکماً من اہلہا کی مزید تشریح فرمائیے

حضرت:۔ اصل بات یہ ہے۔ کہ قرآن کریم انسانی فطرت اور طبعی تقاضوں کے پورا کرنے کی صحیح راہ بتاتا ہے۔ میں نے اس سفر انگلستان میں بہت سے مردوں اور عورتوں کو دیکھا ہے۔ کہ وہ الگ رہنا چاہتے ہیں۔ اور شادی سے بچتے ہیں۔ مگر یہ طریق غلط ہے۔ اور خدا کا پسندیدہ نہیں۔ خدا تعالےٰ نے عورت اور مرد میں ایسے طبعی جذبات اور خواہشیں پیدا کی ہیں۔ کہ ان کے پورا کرنے کے لئے ان کو مل کر رہنا چاہیئے۔ اور وہ طریق شادی کا ہو سکتا ہے۔ دوسرا کوئی طریق تسلی بخش نہیں ہو سکتا۔ یہ تعلقات جو شادی کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں۔ پاک تعلقات ہیں۔ جن کے ذریعہ سے نہ صرف نسل انسانی ہوتی ہے۔ بلکہ سوسائٹی کے لئے وہ بہت سے برکات کا موجب ہوتے ہیں۔ اور انسان کو ارتکاب زنا کی تحریک سے بچاتے ہیں۔

شادی کے سلسلہ میں طبائع کا اختلاف اور بعض دوسرے اسباب ملکر کبھی ایسی صورت پیدا کرتے ہیں۔ کہ علیحدگی کے بغیر چارہ نہیں۔ اگر ایسی حالت میں عورت یا مرد جب چاہیں طلاق دے دیں۔ تو اس پاک رشتہ کی ہتک ہوتی اور امن اٹھ جاتا۔ قرآن مجید نے جہاں طلاق کی طبعی ضرورت کو تسلیم کیا ہے۔ ساتھ ہی ایسے قواعد اور حدود اس کے لئے دئے ہیں۔ کہ بلا وجہ استعمال نہ کیا جاوے۔ پس اس کا بہترین طریق یہی ہے۔ کہ جب میاں بیوی میں تنازعات بڑھتے جاویں تو ان کے رشتہ داروں اور عزیزوں میں سے دو فہیم آدمی ملکر اسباب کی تحقیقات کریں۔ اور فیصلہ کریں۔

کپتان:۔ ہو سکتا ہے۔ کہ کسی عورت اور مرد کو ایسی خواہش ہی نہ ہو۔

حضرت:۔ ہاں یہ ممکن ہے۔ اور اس کا پتہ اس سے لگ جاتا ہے۔ کہ اگر وہ عورت ایسے لوگوں سے نہیں ملتی جو بد چلن ہیں۔ یا اپنی زینت کو ظاہر نہیں کرتی تو اس سے معلوم ہو جائیگا۔ کہ اسے کوئی خواہش نہیں۔ ایسا ہی مرد اگر کسی بری صحبت میں نہیں جاتا تو اس کے متعلق بھی ظاہر ہو سکتا ہے۔

کپتان:۔ بعض وقت ایک نظر خیالات کو مسموم کر دیتی ہے۔

حضرت:۔ یہی تو وجہ ہے۔ کہ قرآن مجید غض بصر اور پردہ کا حکم دیتا ہے۔ جب چہرہ کو چھپا رکھنے کا حکم ہے۔ تو آنکھ کوئی اثر نہیں کرتی جب انسان خیال کرتا ہے۔ کہ وہ خوبصورت ہے۔ تو اس سے آگے خیالات کا سلسلہ چلتا ہے۔

کپتان:۔ ہم ایسا نہیں کر سکتے۔

حضرت:۔ یہ آپ کا قصور نہیں۔ مغربی عادت کا اثر ہے۔ میرے مبلغین نے اولاً کہا کہ ہم مغرب میں شیک ہینڈ کے بغیر نہیں رہ سکتے۔ عورتیں اس کو بڑی ہتک سمجھتی ہیں۔ مگر میں نے ان کو کہا۔ کہ میں اجازت نہیں دیتا۔ اس لئے۔ کہ یہ اسلام کے خلاف ہے۔ ہم عورتوں کی عزت کرتے ہیں۔ مگر ہاتھ نہیں ملاتے۔ بڑی بڑی معزز عورتیں آتی رہی ہیں۔ اور ہم نے ہاتھ نہیں ملایا ہے پہلے تو یہ ان کو ایک ہلا دینے والی بات تھی۔ کہ وہ ہاتھ بڑھائیں۔ اور ہم پیچھے ہٹا لیں مگر آخر ان کو سمجھ آ گئی۔ اور اب ایسی عورتیں پائی جاتی ہیں۔ جو خوب سمجھتی ہیں اور ہاتھ نہیں بڑھاتی ہیں۔ نہ صرف ہم سے بلکہ دوسروں سے بھی مصافحہ نہیں کرتی ہیں۔

اس لئے تم میں بہادر مرد اور عورتیں پیدا ہونی چاہئیں۔ اگر ایسی جماعت پیدا ہو جائے تو وہ اپنے ملک اور قوم کی بہت بڑی اخلاقی خدمت کریگی۔

کپتان:۔ مگر ہم لوگ شیک ہینڈ کرتے ہیں۔

حضرت:۔ یہی تو میں کہتا ہوں۔ ہماری اس تعلیم اور عمل سے لنڈن میں ہم نے چھوڑ دیا ہے یہاں بھی کوشش کرو۔ لنڈن میں ایک مسز پرل نومسلمہ ہے۔ اس نے احمدیوں کا یہ امتیازی نشان بنا یا ہوا ہے۔ کہ وہ مصافحہ نہیں کرتے وہ جب کسی مسلمان سے ملتی ہے۔ اور وہ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہے۔ تو سمجھ لیتی ہے۔ کہ احمدی نہیں اور اگر ہاتھ نہیں ملاتا تو یقین کر لیتی ہے۔ کہ یہ احمدی ہے۔ غرض اب یہ اثر وہاں اچھی طرح واضح ہو گیا ہے۔

کپتان:۔ میں آپ کے احمدیوں کی بہت عزت کرتا ہوں۔ اور یہ قابل تعریف ہیں اور ماننے کے لائق ہیں۔ مگر عورت کے پردہ کا سوال محض اعتقاد کی بات ہے۔

حضرت:۔ مغرب میں یہ معمولی بات ہے۔ کہ عورتیں غیر مردوں کے ساتھ چلیں۔ پھریں اور ان کے ساتھ آزادانہ مخالطت رکھ سکیں۔ مگر مشرق میں اگر ایسا دیکھا جاوے۔ تو فوراً رائے بدل جاتی ہے۔ اور وہ عورت اور مرد

نہایت ذلیل اور بد اخلاق سمجھے جاتے ہیں۔ اور اس لیئے کبھی یہ پسند نہیں کیا جاتا۔ مغربی ممالک میں یہ رواج ہے۔ کہ عورتیں اپنے دوستوں کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔ اور اس کے جو خطرناک نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ وہ آپ بہتر سمجھتے ہیں۔ اس لئے یہ محض اعتقاد کا سوال نہیں رہ جاتا بلکہ پردہ ان تمام بد اخلاقیوں کے روکنے کے لئے بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اگر مغربی قومیں اس کے فوائد سے واقف ہو جائیں تو بہت سے لوگ اس کی تائید کے لئے کھڑے ہو جائیں۔

کپتان:۔ اگر عورت اور مرد میں اختلاف ہو۔ تو اس وقت عورت کو کیا حق حاصل ہے۔

حضرت:۔ عورت قاضی کے پاس جاکر خلع کی درخواست دے سکتی ہے۔ وہ اپنے مہر کی درخواست دے کر ڈگری لے سکتی ہے۔ نان نفقہ لے سکتی ہے۔ عام معاملات میں عورت اور مرد مساوات کے حقوق رکھتے ہیں۔ البتہ خانگی امور میں عورت مرد کے ماتحت ہے۔

کپتان:۔ کیا مذہبی نقطہ خیال سے وہ مساوی حقوق رکھتے ہیں۔

حضرت:۔ امور مذہبی میں دونوں مساوی ہیں۔

کپتان:۔ کیا یہاں عورتوں کے نقائص کی جلد اصلاح ممکن ہے۔

حضرت:۔ ہمارے خیال میں یہ اصلاح جلد نہیں ہو سکتی۔ اسلام عورت اور مرد دونوں کو زنا سے روکتا ہے۔ اسلئے عورت کا حق ہے۔ کہ وہ اپنے مرد کو زنا میں مبتلا نہ دیکھے۔

کپتان:۔ کیا کوئی اور پوئنٹ ہے۔

حضرت:۔ ہاں۔ ہمارے سلسلہ کا بانی خدا کی طرف سے اسلام کی حقیقت ظاہر کرنے کو آیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح نے ایک آنے والے کا وعدہ دیا تھا۔ اور اس کا نام مہدی اور مسیح رکھا گیا ہے اس کے آنے کا جو زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے وہ یہ ہے۔ کہ اس وقت مسلمانوں کی عملی حالت کمزور ہو چکی ہو گی۔ اور بھی نشانات بتائے ہیں۔ اور وہ سب کے سب نشانات اس زمانہ میں پورے ہو چکے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح نے دوبارہ آمد کے نشانات مقرر کئے ہیں۔ وہ بھی پورے ہو چکے ہیں۔ اس وعدہ کے موافق جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور مسیح کے ذریعہ سے دیا گیا تھا۔ ہم یقین کرتے ہیں۔ کہ خدا تعالے نے اس موعود کو ہمارے امام کی صورت میں پیدا کیا۔ اور وہ وعدے کے موافق مسیح موعود ہو کر آئے پھر خدا تعالیٰ نے تائیدی نشانات سے ان کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کر دیا۔

کپتان:۔ مسیح نے اپنے دوبارہ آنے کا ذکر کیا ہے۔

حضرت:۔ یہ سچ ہے۔ لیکن جب ہم انجیل کو دیکھتے ہیں۔ تو صاف معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ مسیح کے آنے کے وعدے سے اسکا اپنا آنا مراد نہ تھا بلکہ مسیح نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ جب کسی شخص کے دوبارہ آنے کا وعدہ ہو تو اس سے کیا مراد ہوتی ہے۔ ملاکی نبی کی کتاب میں ایلیا کے دوبارہ آنے کا وعدہ تھا۔ اور ان کو مسیح کے پہلے آنا تھا۔ مسیح کی آمد پر یہودیوں نے مسیح سے بھی سوال کیا۔ انہوں نے فیصلہ کیا۔ کہ ایلیا کے دوبارہ آنے کا وعدہ یوحنا کے رنگ میں پورا ہوا ہے۔ اس فیصلہ کے بعد کوئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ جب مسیح نے اپنے آنے کا وعدہ دیا۔ تو اپنا ہی آنا مراد تھا۔ بلکہ آنے والا موعود مسیح کی طاقت اور قوت میں آئے گا۔

دوسری بات یہ ہے۔ کہ مسیح نے صاف طور پر کہدیا ہے "مبارک وہ جو میرے نام سے آتا ہے۔ تم مجھے دوبارہ نہ دیکھو گے" اس کے بعد یہ خیال کیونکر آ سکتا ہے کہ مسیح خود دوبارہ آئے گا۔

پس وہ وعدہ کے موافق احمدؑ مسیح موعود ہو کر آیا ہے۔ اور مسیح کی سپرٹ لیکر آیا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی سپرٹ لیکر وہ مہدی ہے۔ ہماری جماعت کا نام اس احمدؑ کے نام پر احمدی ہے اب دنیا کا امن اس پر ایمان لانے سے وابستہ ہے۔ کیونکہ اس کی تعلیم ہی حقیقی امن پیدا کر سکتی ہے۔ اس لئے ہم اس صلح کے شہزادہ کا پیغام دنیا میں پھیلاتے ہیں۔ اور اس کی اشاعت کرتے ہیں۔ مبارک وہ جو اسکو سنے اور قبول کرے۔

جہاں خدا نے مسیح موعودؑ کو بھیجا۔ اس کا نام قادیان ہے۔ وہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے۔ جب اس نے دعویٰ کیا کوئی اس گاؤں کو جانتا بھی نہ تھا۔ اس وقت خدا تعالے سے وحی پاکر اس نے شائع کیا کہ دُور دُور سے لوگ آئیں گے۔ چنانچہ باوجود خطرناک مخالفت کے لوگوں کی آمد و رفت شروع ہوئی۔ اور دنیا کے ہر طبقہ سے لوگ وہاں آتے ہیں۔ اور وہ چھوٹا سا گاؤں اب دن بدن ترقی کر رہا ہے۔ اور اپنی اصل حدود سے نکل کر ایک میل سے زیادہ فاصلہ تک نئی آبادی نکل گئی ہے۔ اور دن بدن بڑھ رہی ہے۔ ہر حیثیت سے ترقی ہو رہی ہے۔ حضرت احمدؑ کسی مذہبی خاندان کے ممبر نہ تھے۔ اور نہ انہوں نے باقاعدہ مذہبی تعلیم حاصل کی تھی۔ ہاں وہ خدا تعالے کے ساتھ بچپن سے ایک تعلق رکھتے تھے خدا تعالے کی عبادت میں انہیں مزا آتا تھا۔ اور یہی ان کا شغل تھا۔ اس حالت میں کہ وہ ایک گمنامی کی زندگی بسر کر رہے تھے خدا نے ان کو کھڑا کیا۔ اور انہوں دعویٰ کیا۔ اور جس پر خطرناک مخالفت شروع ہوئی۔ مگر انہوں نے کہا۔ کہ خدا نے مجھے وعدہ دیا ہے۔ کہ تمام مذاہب کے لوگ میرے جھنڈے تلے لائے جائیں گے۔

اس وقت عام مخالفت ہوئی۔ مسلمان جس مہدی کے منتظر تھے۔ اس کا انہوں نے دعویٰ کیا۔ اور اس وجہ سے وہ مخالف ہو گئے۔ عیسائی ان کے مسیح ہونے کے دعویٰ کی وجہ سے بگڑے۔ ہندو اس لئے بگڑ کھڑے ہوئے۔ کہ انہوں نے کرشن اوتار ہونے کا دعویٰ کیا۔ اور مخالفت کی یہی وجہ ہوئی کہ انہوں نے تمام مذاہب کی غلطیوں کو ظاہر کر دیا۔ اور ان کو حقیقت کی طرف بلایا۔

نہ صرف اہل مذاہب نے مخالفت کی بلکہ گورنمنٹ بھی ان کے مہدی ہونے کے دعویٰ کیوجہ سے مخالف ہو گئی۔ گورنمنٹ کے ذہن نشین تھا۔ کہ مہدی کا دعوی کوئی پولیٹکل حیثیت رکھتا ہے۔ اس لیئے اس نے بھی مخالفت میں حصہ لیا۔

ان تمام مخالفتوں میں جبکہ اپنے پرائے اور حکومت دشمن تھی۔ انہوں نے دعویٰ کیا۔ اور کوئی دکھ اور تکلیف ان کو اس سے ہٹا نہ سکا۔ اس حالت میں لوگوں نے ان کو قبول کرنا شروع کیا۔ اور وہ جو قبول کرتے تھے۔ ان کو ہر قسم کی تکالیف دی جاتی تھیں۔ بہت سے گھروں سے نکالے گئے۔ بیویاں چھین لی گئیں۔ جائیدادوں سے محروم کر دیا گیا۔ یہاں تک ہی نہیں۔ بلکہ مردہ کی لاش تک کو قبر سے نکلوا کر کتوں کے سامنے پھینک دیا۔ ایک رئیس نے ایک احمدی کی لڑکیوں کو چھین کر کنجروں کے گھر گانا سکھانے کے لئے بھیجدیا۔ باوجود ان مشکلات کے پچاس ملکوں میں یہ جماعت پھیل گئی ہے۔ اور پھیل رہی ہے۔ اور اس کی تعداد ایک ملین کے قریب ہے۔ افغانستان میں پچاس ہزار کے قریب ہے۔ وہاں ہماری جماعت کے تین آدمی شہید کر دئیے گئے ہیں۔ ایک کو امیر عبد الرحمٰن نے مروایا تھا۔ ایک جو بہت بڑا عالم تھا۔ اور ہزاروں مرید رکھتا تھا۔ اسکو امیر حبیب اللہ نے سنگسار کرا دیا۔ اور ایک نوجوان مبلغ کو ابھی ۳۱ اگست سنہ ۱۹۲۴ء کو اسی جرم میں کہ وہ احمدی ہے سنگسار کرا دیا گیا ہے۔ لیکن یہ باتیں ہماری جماعت کی ہمت اور حوصلہ کو پست نہیں کرتی ہیں۔ وہ اپنے ایمان میں ترقی کر رہے ہیں۔

کپتان:۔ کیا ہندوستان کی پولیٹکل تحریکوں میں سے کسی کے ساتھ آپ کا تعلق ہے۔

حضرت:۔ ہم ان تمام تحریکوں سے الگ ہیں۔ ہم ہندوستان ہی نہیں ساری دنیا کی بھلائی چاہتے ہیں۔ اور ساری دنیا میں امن اور صلح چاہتے ہیں۔ اور جو چیز ہم کو زیادہ پیاری ہے وہ یہی ہے۔ کہ لوگ خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بندے بن جائیں تاکہ وہ حقیقی سکھ اور خوشحالی حاصل کریں۔

کپتان:۔ یہ بہت ہی دلچسپ حالات ہیں میں آپ کا بہت ہی شکر گزار ہوں۔ اگر کوئی کتاب ہو تو مجھ کو دی جاوے۔

حضرت نے احمدؑ۔ احمدیت۔ اور تعلیم احمدؑ ہدیۃً عطا کیں۔ اور کہا کہ آپ والٹر کی کتاب احمدیہ موومنٹ بھی پڑھیں ٭٭

٭٭ کپتان نے کہا۔ کہ کیا وہ آپ کا مخالف ہے۔ حضرت نے فرمایا ہاں وہ عیسائی ہے۔ مگر وہ کتاب پڑھنے کے قابل ہے۔ اس پر کپتان صاحب شکریہ ادا کر کے رخصت ہو گئے۔ یہ ملاقات دو گھنٹے سے زیادہ دیر تک

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھُوَالنَّاصِر

وہی ہمارا کرشن

(حضرت امیر المومنین امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے قلم سے)

مولوی ابو العطاء صاحب جالندھری سکرٹری انجمن احمدیہ خدام الاسلام نے یوم تبلیغ پر حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں درخواست کر کے ایک مضمون مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت لکھوایا ہے۔ مولوی صاحب کی سعی قابل شکریہ ہے۔ ضرورت ہے۔ کہ اس مضمون کی بکثرت اشاعت کی جائے۔ اس لئے الحکم میں بھی حضور کے قلم مبارک کا لکھا ہوا مضمون شائع کرنے کی عزت حاصل کرتا ہوں (ایڈیٹر)

پیارے ہندو بھائیو! ہم ایک وطن میں رہتے ہیں۔ عام طور پر ایک ہی قسم کی بولی بولتے ہیں پرماتما کا روشنی دینے والا سورج ہم سب کو ایک سی روشنی دیتا ہے اس کا خوبصورت چاند ہم سب کو بغیر فرق کے محبت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے۔ رات کا اندھیرا جب ساری دنیا پر چھا جاتا ہے۔ جب ہمارے اپنے حواس بھی ہم کو چھوڑ جاتے ہیں۔ اور دن کا تھکا ہوا جسم بے جان ہو کر چارپائی پر گر جاتا ہے۔ اس وقت خدا کے فرشتے اپنے پریم کے پروں کو پھیلا کر ہم سب پر اپنا سایہ کر دیتے ہیں۔ اور ہندو مسلمان میں فرق نہیں کرتے۔ ہمالیہ کی چوٹیوں پر پڑی ہوئی برف جب سورج کی گرمی سے پگھلتی ہے۔ اور دریاؤں کے پانیوں کو انکے کناروں تک بلند کر دیتی ہے۔ جب خوبصورت گنگا اور دل لبھانے والی جمنا اپنے اچھلنے والے پانیوں کو پیاس سے خشک شدہ کھیتوں میں لا کر ڈالتی ہیں۔ وہ کبھی بھی نہیں دیکھتیں کہ کون مسلمان ہے۔ اور کون ہندو۔ وہ آگ جو گند کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ اور انسانی دوزخ کو بجھانے کے کام آتی ہے۔ ہندو کی بھاجی اور مسلمان کے سالن پکانے میں اس نے کبھی فرق نہیں کیا پھر جب پرماتما کی نعمتوں نے ہم سب میں کوئی فرق نہیں رکھا ہماری اس سے محبت کیوں فرق والی ہو۔ سوتیلے باپ اور سگے باپ کی محبت میں فرق ہو سکتا ہے۔ پر اپنے باپ کی محبت میں بچے کبھی فرق نہیں رکھتے۔ وہ آپس میں لڑ سکتے ہیں لیکن اپنے باپ اور ماں سے محبت میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں +

پر ہمیں کیا ہو گیا۔ ہم آپس کی لڑائیوں میں اپنے پرماتما کو بھی بھول گئے ہیں۔ ہم یہ بھی تو خیال نہیں کرتے کہ اس نے ہمارے گناہوں کو دیکھ کر بھی ہم میں فرق نہیں کیا۔ تو ہم اس کے احسان دیکھتے ہوئے اس سے فرق کیوں کریں؟ بیوقوف بچے جب آپس میں لڑ رہے ہوتے ہیں۔ ماں کی ایک آواز سن کر ایک دوسرے کا گلا چھوڑ کر ماں کی طرف دوڑ پڑتے ہیں۔ وحشی کبوتر تک جس کی فطرت میں آزادی ہے اپنے دانہ ڈالنے والے کی آواز سن کر اپنی آزادی کو بھول جاتا ہے۔ اور ڈربے کی تنگ اور تاریک جگہ پر اپنی بے قید پرواز کو قربان کر دیتا ہے۔ کیونکہ دانہ ڈالنے والے کی آواز کا انکار اس سے نہیں ہو سکتا۔ پھر اے پیارے ہندو بھائیو! کیوں تم اس آواز کی طرف دھیان نہیں کرتے جو تمہارے پریشور نے ساری دنیا کو اپنے گرد جمع کرنے کے لئے بلند کی ہے۔ کیا صرف اس لئے کہ وہ ایک مسلمان کے منہ سے نکلی ہے؟ مگر کیا تم بھول گئے ہو۔ کہ پرماتما کی کوئی چیز مقید نہیں ہوتی۔ ہندو اور مسلمان اور عیسائی سب نام بندوں کے ہیں۔ جب پرماتما کسی کو چن لیتا ہے۔ تو پھر وہ قوموں کے بندھن سے آزاد ہو جاتا ہے۔ وہ کسی خاص قوم کا نہیں رہتا۔ ہر قوم اس کی ہو جاتی ہے۔ اور وہ سب کا ہو جاتا ہے +

اے ہندو بھائیو! اسی طرح اس زمانہ کا اوتار کسی خاص قوم کا نہیں۔ وہ مہدی بھی ہے۔ کیونکہ مسلمانوں کی نجات کا پیغام لایا ہے۔ وہ عیسیٰ بھی ہے۔ کیونکہ عیسائیوں کی ہدایت کا سامان لایا ہے۔ وہ نہکلنک اوتار بھی ہے۔ کیونکہ وہ تمہارے لئے ہاں! اے ہندو بھائیو! تمہارے لئے خدا تعالےٰ کی محبت کی چادر کا تحفہ لایا ہے +

تم پرانے بزرگوں کی اولاد ہو۔ تم کو بجا فخر ہے کہ تمہارے باپ دادے سب سے پرانی تہذیب کے حامل تھے۔ تم ایسے فلسفہ کو پیش کرتے ہو کہ تمہاری تاریخ اس سے پہلے کسی فلسفہ کو تسلیم ہی نہیں کرتی۔ مگر کیا تم ان پرانے جسموں کو اس پرانی روح سے خالی رکھو گے جو پرماتما کی طرف سے آتی ہے جو سب سے قدیم اور سب سے پرانا ہے؟ پرانی چیزیں قابل قدر ہوتی ہیں۔ مگر تبھی تک جب تک کہ ان میں جان ہوتی ہے۔ تمہارے ماں باپ جس قدر بوڑھے ہوتے جاتے۔ تم ان کی زیادہ عزت کرتے ہو۔ لیکن جب وہ مر جاتے ہیں۔ تم ان کو چتا پر رکھ کر جلا دیتے ہو۔ پس پرانی چیز قابل عزت ہے لیکن جب تک اس میں جان ہو۔ پھر تم اپنی پرانی اور قابل عزت چیزوں میں جان ڈالنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟

خدا تعالےٰ کا یہ قانون ہے۔ کہ جن کو وہ ایک دفعہ عزت دیتا ہے۔ ان کے ساتھ ہمیشہ تعلق نبھاتا ہے۔ اور اگر وہ اس کی طرف رجوع کر کے نیکی کی روح حاصل کریں۔ تو انہیں دوسروں سے زیادہ عزت بخشتا ہے۔ پس اگر تم کو قدیم تہذیب اور قدیم فلسفہ کا ورثہ ملا ہے۔ تو اسے خدا تعالےٰ کی روح سے زندہ کرو تا کہ وہ اس زمانہ کی ضرورت کے مطابق شکل اختیار کر کے دنیا کے لئے فائدہ بخش بنے +

پیارے بھائیو! زندہ اور مردہ میں یہی فرق ہوتا کہ زندہ زمانہ کے مطابق ترقی کرتا ہے۔ اور مردہ ایک حال پر رہتا ہے۔ اور آخر سڑنے لگ جاتا ہے کیا تم نے کبھی غور کیا کہ تمہاری بے توجہی سے تمہاری تہذیب اور تمہارے مذہب پر بھی زمانہ نے اپنا اثر ڈالنا شروع کر دیا ہے۔ ذرا غور تو کرو کہ پرماتما کے مقابلہ پر تم میں کتنے دیوتا نکل آئے ہیں؟ ذرا اپنی کتابوں کو اٹھا کر تو دیکھو، کیا کرشن اور رامچندر نے بھی کسی مورتی کے آگے ماتھا جھکایا تھا؟ کیا وہ بھی کسی بت کے ماتھے پر سیندھور لگانے گئے تھے؟ کیا انہوں نے بھی شوجی اور پاربتی کے آگے ہاتھ جوڑے تھے؟ آخر یہ پرماتما سے دوری اور غیروں کے آگے جھکنے کا خیال آپ میں کہاں سے آیا؟ کیوں اس کی محبت جو سب سے پیارا ہے سرد ہو گئی؟ اور آقا کی جگہ چاکروں کو دے دی گئی؟ آخر اس کا سبب کچھ تو ہونا چاہیئے۔ جو کام کرشن جی اور رامچندر جی نے نہ کیا تھا وہ آپ کیوں کرنے لگے؟ جس راہ پر مقدس اوتار نہ چلے تھے۔ آپ اس راہ پر کیوں چلنے لگے؟ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کی زندگی بخشنے والی تازہ باتوں سے آپ نے کان بند کر لئے۔ اور پرانے جسم کو تو چمٹے رہے مگر روح کو نکل جانے دیا۔ گلاب کا پھول جب تک ٹہنی پر رہتا ہے وہ کیسا خوشبودار ہوتا ہے۔ وہ کیسا تروتازہ ہوتا ہے۔ وہ کیسا نرم اور نازک ہوتا ہے لیکن جب اسے اتار کر لوگ سینہ یا سر پر لگا لیتے ہیں وہ تھوڑی ہی دیر میں کیسا خشک اور سخت ہو جاتا ہے۔ اس کی خوشبو کس طرح اڑ جاتی ہے۔ آخر اس کی وجہ اس کے سوا کیا ہے کہ وہ اس زندگی بخشنے والے تعلق سے جدا کر دیا جاتا ہے۔ جو اس کی سب تازگی کا موجب تھا۔ اسی طرح اے پیارے بھائیو! فلسفے اور مذہب اچھی چیزیں ہیں۔ مگر ان کی سب

خوبصورتی اسی وقت تک رہتی ہے۔ جبتک ان کی جڑ اس زندگی بخشنے والے درخت سے ملی رہتی ہے۔ جسے پرماتما کہتے ہیں۔ جب اس پھول کو اس سے جدا کر لیا جاتا ہے۔ اس کی سب خوبصورتی خاک میں مل جاتی ہے۔ وہ اصلی پھول اتنا خوبصورت بھی تو نہیں رہتا جتنا کپڑے یا کاغذ کا بنایا ہوا پھول۔

پس اے بھائیو! آپ لوگوں کو روحانی زندگی کے بارہ میں جو کچھ پیش آیا ہے۔ صرف اس تعلق کے ٹوٹ جانے کی وجہ سے پیش آیا ہے۔ اگر کرشن جی اور رامچندر جی کی طرح ان کے بعد آنے والے لوگ بھی پرماتما سے تعلق رکھتے۔ تو کبھی یہ نوبت نہ پہنچتی کہ خدا تعالےٰ کا اونچا آستانہ چھوڑ کر مقدس رشیوں کی اولاد بتوں اور دیویوں کے آگے جھکتی پھرتی جس ماتھے کو خدا تعالیٰ نے چومنے کے لئے بنایا تھا۔ کتنے افسوس کا مقام ہے۔ کہ وہ اپنے سے بھی ادنیٰ چیزوں کے آگے جھکتا ہے۔ وہ نظریں جو اونچا اٹھنے کے لئے بنی تھیں۔ افسوس کہ پاتال کی طرف جھکی ہوئی ہیں۔ مگر کیوں؟ کیا اس لئے کہ ان کے لئے اور صورت ممکن نہیں؟ نہیں نہیں یہ نہیں ہو سکتا۔ کیا خدا کرشن اور رامچندر کی اولادوں اور سیوکوں کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ چنانچہ اس نے ہندوؤں کی ترقی اور اصلاح کے لئے نہہ کلنکی اوتار کو بھیجدیا ہے۔ جو عین اسی زمانہ میں آیا ہے جس زمانہ کی کرشن جی نے پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ اس نے خدا تعالےٰ کے تازہ نشانوں سے دنیا کو خدا تعالےٰ کے زندہ اور قادر ہونے کا ثبوت دے دیا ہے۔ ایسا ثبوت کہ کوئی شخص اس کا انکار نہیں کر سکتا۔ اور اب ہر شخص جو پرماتما سے محبت کرنا چاہتا ہو اس کے ذریعہ سے اپنے ایشور سے مل سکتا ہے۔ اور ان انعاموں کو حاصل کر سکتا ہے جو پرانے رشی منی حاصل کیا کرتے تھے۔ کیونکہ ہمارا خدا بخیل نہیں کہ ایک کو دے اور دوسرے کو نہ دے۔ اور نہ اس کا خزانہ محدود ہے کہ جو کچھ پہلے کر سکتا تھا اب نہیں کر سکتا۔

اس نہہ کلنکی اوتار کا نام **مرزا غلام احمدؐ** ہے۔ جو قادیان ضلع گورداسپور میں ظاہر ہوئے تھے۔ خدا نے ان کے ہاتھ پر ہزاروں نشان دکھلائے ہیں۔ اور ان کے ذریعہ سے وہ پھر دنیا کو انصاف اور عدل سے بھرنا چاہتا ہے۔ جو لوگ ان پر ایمان لاتے ہیں۔ ان کو خدا تعالےٰ بڑا نور بخشتا ہے۔ اور ان کی دعائیں سنتا ہے۔ اور ان کی سفارشوں پر لوگوں کی تکلیفوں کو دور کرتا ہے۔ اور عزتیں بخشتا ہے۔ آپ کو چاہئے کہ ان کی تعلیم کو پڑھ کر نور حاصل کریں۔ اور اگر کوئی شک ہو تو پرماتما سے دعا کریں۔ کہ اے پرماتما! اگر یہ آدمی جو تیری طرف سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو نہہ کلنک اوتار کہتا ہے اپنے دعوے میں سچا ہے تو اس کے ماننے کی ہم کو توفیق دے۔ اور ہمارے سینہ کو اس پر ایمان لانے کے لئے کھول دے۔ پھر آپ دیکھیں گے کہ پرماتما ضرور آپ کو غیبی نشانوں سے اس کی صداقت پر یقین دلا دیگا۔ اور اگر آپ یہ وعدہ کریں کہ سچائی کے کھلنے پر آپ اس نئے دعویٰ کو مان کر اپنے پیدا کرنے والے اور مالک سے صلح کر لیں گے تو آپ سچے دل سے میری طرف رجوع کریں۔ اور اپنی مشکلات کے لئے دعا کرائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کی مشکلوں کو دور کریگا۔ اور مرادوں کو پورا کردیگا مگر اسی دستور کے مطابق جو اس کا کرشن جی اور رامچندر جی کے وقت تھا۔ مگر شرط یہ ہوگی کہ پھر آپ دنیا کی محبت کو چھوڑ کر اس کے ساتھ تعلق پختہ کر لیں۔ اور اس کی آواز کو اپنے باقی دوستوں اور عزیزوں تک پہنچائیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی محبت کو پیدا کرنے کیلئے جو اس نے تدبیریں بتائی ہیں۔ ان پر عمل کر کے پرماتما کے سچے عاشق اور مخلص سیوک بن جائیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کے ساتھ ہو۔

خاکسار
مرزا محمود احمد
امام جماعت احمدیہ قادیان
ضلع گورداسپور

بورڈنگ تحریک جدید میں اپنے بچوں کو جلد داخل کیا جائے

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کے نونہالوں کا مستقبل شاندار بنانے کے لئے بورڈنگ تحریک جدید کا سال گذشتہ سے آغاز کیا ہوا ہے جس میں اس وقت ۷۶ طلبا داخل ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کے فضل سے روز بروز بڑھ رہے ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ دنیا طرح طرح کی گندگیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے بچوں کے قلوب کو میلا کر رہی ہے۔ یہاں تک کہ اس زہریلی فضا کے نتیجہ میں وہ بڑے ہو کر مذہب سے بالکل بیگانہ ہو جاتے۔ اور اپنے واحد مالک کے آستانہ پر سر جھکانے کے لئے بھی تیار نہیں ہوتے۔ یہ امر ضروری ہے۔ کہ بچپن سے ہی ان کی تربیت کا خاص خیال رکھا جائے۔ اور چونکہ ان تمام خرابیوں کی بہترین اصلاح بچپن کے زمانے میں ہی ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ والدین جو اپنے بیٹوں کو بچپن کے زمانے سے ہی ان تمام بدیوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ نہایت سمجھدار اور دور اندیش ہوتے ہیں۔

ہماری جماعت کے لئے بھی آئندہ کے خطرات سے محفوظ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ کہ اپنے بچوں کی تربیت کا خاص خیال رکھے۔ تا دشمن کا وار ان پر کوئی اثر نہ کر سکے۔ احباب کی خوش قسمتی ہے۔ کہ حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالےٰ نے اسی ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے سال گذشتہ سے بورڈنگ تحریک جدید جاری کیا ہوا ہے جس میں عام سکول کی پڑھائی کے علاوہ دینی تعلیم خاص طور پر دی جاتی ہے۔ علاوہ ازیں اور بھی کئی علوم و فنون سے انہیں واقفیت کرائی جائیگی لیکن خاص طور پر یہ بات مدنظر رکھی جائے گی۔ کہ جس ڈیپارٹمنٹ کے قابل کوئی بچہ ہو۔ اسی ڈیپارٹمنٹ کے لئے لڑکے کو تیار کیا جائے۔ اس طرح انشاء اللہ تعالےٰ جو لڑکا کسی کام کو اچھی طرح کر سکیگا وہی کام اس کے سپرد کیا جائے گا۔ دوسرے کام پر لگا کر اس کا بے فائدہ وقت ضائع نہیں کیا جائے گا۔ جو والدین اپنے بچوں کو اس بورڈنگ میں داخل کرانا چاہیں۔ انہیں ایک عہد نامہ لکھ کر دینا ہوگا۔ جس میں مندرجہ ذیل باتیں درج ہونگی۔

۱۔ وہ لڑکے کی تعلیم و تربیت میں کسی قسم کا دخل نہ دیں گے
۲۔ لڑکے کا خرچ ماہوار ادا کرتے رہیں گے۔ اور خرچ کے کلیۃً ذمہ دار ہوں گے۔
۳۔ کوئی سزا یا تعزیر طلباء کی طرف سے یا کسی کارکن کی طرف سے جب مقرر کی جائے۔ تو اس میں کسی قسم کا دخل نہ دیں گے۔

پس جو دوست اپنے بچوں کو اس بورڈنگ میں داخل کرانا چاہتے ہیں۔ جلدی کریں۔ کیونکہ اب نیا تعلیمی سال اپریل سے شروع ہو رہا ہے۔ اور اسی ماہ میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان کی جماعت بندی ہوگی۔ سال کے آخر میں بہت سی دقتیں ہوتی ہیں۔ لیکن اگر بچوں کو بورڈنگ میں ابھی سے داخل کرا یا جائے۔ تو وہ آسانی سے جماعت کے ساتھ چل سکیں گے۔ اوسط خرچ ۱۲/۰ روپے سے لیکر ۱۵/۰ روپے ماہوار تک ہے جس میں فیس سکول اور بورڈنگ اور دیگر متفرق اخراجات وغیرہ سب شامل ہیں۔

جن دوستوں نے اپنے بچے پہلے ہی بورڈنگ تحریک جدید میں داخل کئے ہوئے ہیں۔ ان کی آگاہی کے لئے لکھا جاتا ہے۔ کہ وہ کسی قسم کا لباس اپنے بورڈر بچوں کے لئے نہ بنائیں۔ کیونکہ ان بچوں کے لئے ایک خاص وردی ہوگی۔ جو یہاں سے ہی بنوا کر انہیں دے دی جائے گی۔

(خاکسار سعید احمد۔ بی۔ اے سپرنٹنڈنٹ
بورڈنگ تحریک جدید۔ قادیان)

درخواست دعا

میرے ایک دوست مرزا منور احمد صاحب احمدیہ سکول کی ساتویں کلاس کا امتحان جو نظارت تعلیم و تربیت کے ماتحت ہوتا ہے دینے والے ہیں۔ احباب ان کی کامیابی کے لئے دعا فرمادیں۔ (صوفی محمدؐ)

مبلغین احمدیت کے کارنامے

فلسطین میں ہمارے مُبلّغ کے ساڑھے چار سال

(۳)

فلسطین ایک پہاڑی ملک ہے۔ پہاڑی لوگ عموماً تیز اور تند مزاج ہوتے ہیں۔ اور پھر اس پر طرفہ یہ ہے۔ کہ وہ عربی اور ترکی قوموں کی آماجگاہ ہے ان لوگوں کے لئے موت ایک آسان تر چیز ہے۔ چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلوار کا اٹھ جانا اور خنجر کا نکل آنا ایک آسان بات ہے۔ آئے دن وہاں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ کہ سر بازار قتل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے وہاں کے عام عقیدہ کے خلاف کوئی بات کہنی آسان بات نہیں۔ چنانچہ ۳۲ء کا ایک واقعہ میں حقیقت کو واضح کرنے کے لئے درج کرتا ہوں

بیت المقدس میں مفتی اعظم نے ایک اسلامی کانفرنس منعقد کی۔ اس میں شرکت کے لئے ہر ایک ملک کے نمائندے آئے۔ مصر سے بھی ایک تعداد شریک ہوئی۔ اس وقت صاحب الدولہ اسماعیل صدقی پاشا قلمدان وزارت سنبھالے ہوئے تھے۔ اسماعیل صدقی پاشا کے ایک خاص قابل اعتماد دوست استاذ سلیمان فوزی ایڈیٹر اخبار "کشکول" بھی شریک ہوئے۔ وفدی پارٹی سے استاذ عبد الرحمن عزام شریک ہوئے۔ استاذ عزام نے کانفرنس میں تقریر کرتے ہوئے وفدی پارٹی کا ذکر کر دیا۔ مسجد اقصیٰ کے صحن میں کانفرنس ہو رہی تھی۔ فلسطین کے باشندے وفدی پارٹی سے گہری محبت رکھتے تھے۔ اس ذکر پر نعرہ ہائے مسرّت بلند ہوئے۔ استاذ سلیمان فوزی جو وفدی پارٹی کے خلاف تھے اس اسلامی مجلس میں وفدی اور غیر وفدی تذکرے کو سن نہ سکے۔ انہوں نے اس رویہ کی مخالفت کی۔ مخالفت کی آواز ابھی پورے طور سے بلند بھی نہیں ہوئی تھی۔ کہ مسجد اقصےٰ میں ایک شور بلند ہوا۔ ہر طرف سے آوازے اٹھے۔ اور بعض تلواریں میانوں سے نکل آئیں۔ اگر مفتی اعظم سلیمان فوزی کو منبر کے نیچے چھپا لیتے۔ تو یقیناً ان کی گردن کٹ کر مسجد کے صحن میں جا پڑتی۔ منبر کے نیچے چھپے ہوئے انسان تک تلوار تو نہیں پہنچ سکتی تھی۔ مگر تھپّے اور لاتیں تو چل سکتی تھیں سو وہ چلتی رہیں۔

اس ایک واقعہ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ وہ لوگ سیاسی اختلاف پر بھی ایک شخص کو قتل کر دینا بالکل آسان تر خیال کرتے ہیں۔ اور اس کے لئے مسجد اقصےٰ کی تقدیس کی بھی پروا نہیں کرتے۔ چہ جائیکہ ایک شخص سے مذہبی اختلاف ہو۔ اور وہ بھی شدید۔ ایسی صورت میں جو کچھ بھی وہ کر گزریں تھوڑا ہے۔

اسی لحاظ سے ہمارے مبلّغین کے متعلق یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ کہ موت ان کے سروں سے ہر وقت کھیلتی ہے۔ اور دشمن ہر وقت ان کی تاک میں رہتے ہیں۔ صرف اللہ تعالےٰ کا ہاتھ ہی ان کی جان کی حفاظت کرتا ہے۔ اس شدید پر خطر ملک میں دشمنوں کی صفوں میں ہمارے مبلغین کا چلنا پھرنا اس شدید ایمان کا مظاہرہ کرتا ہے۔ جو ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت پر حاصل ہے۔ اور یہی وہ ایمان ہے۔ جو ان لوگوں میں بھی سرایت کر رہا ہے۔ جو ان کے ذریعے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لا رہے ہیں۔ اس امر کی بڑی دلیل

تحریک جدید میں شرکت ہے

تحریک جدید ایک ایسی تحریک ہے۔ جو بہت بڑی قربانی کا مطالبہ انسان سے کرتی ہے۔ اور یہ ایسی قربانی ہے۔ کہ جب تک انسان کے دل میں ایمان گھر نہ کرے وہ اس قربانی کے لئے تیار نہیں ہو سکتا سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ مسلمان مستقل مالی قربانی کی عادت کو بھول چکا ہے۔ اس قربانی کو از سر نو احمدیت نے زندہ کیا ہے۔

چنانچہ فلسطین اور دیگر بلاد عربیہ کے احمدی مسلمانوں میں بھی اب یہی روح نشو و نما پا رہی ہے وہ اب اپنے نفس پر دین کی ہر ایک بات کو مقدم کرتے ہیں۔ چنانچہ تحریک جدید کے چندوں میں انکا حصہ لینا اس امر کی کھلی دلیل ہے۔ کہ عرب احمدی ہندوستانی احمدی کے پہلو بہ پہلو چلنے کے قابل ہو گیا ہے۔ اور یہ مقام ہمارے مبلغین کی تربیت و محنت کے نتیجے میں ہی حاصل ہوا ہے۔

انصار اللہ

مالی قربانی کر دینا بھی کوئی بات نہیں۔ سب سے بڑی بات یہ ہے۔ کہ ان لوگوں نے اس نور کو خود اس حد تک سمجھ لیا ہے۔ کہ اب وہ دوسروں تک بھی اسے بآسانی پہنچا سکتے ہیں۔ اور اس کے لئے اپنے وقت کی قربانی کر دینا بھی ان کو بہت آسان نظر آتا ہے۔ چنانچہ اس تربیت کے نتیجے میں انہوں نے ہندوستانی احمدیوں کے طریق پر انصار اللہ کی انجمنیں بنا کر قائم کر دیں۔ اور ممبران انصار اللہ اپنے مقررہ نظام کے ماتحت ارد گرد کے دیہات میں تبلیغ کے لئے نکل جاتے ہیں۔ اور اس طرح اس پیغام آسمانی کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں

مبلغین کی رپورٹوں سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ کام وہاں نہایت ہی عمدگی اور باقاعدگی سے ہوتا ہے یہ بات اچھی طرح سے تجربہ میں آچکی ہے۔ کہ جیسے انجن کا اثر گاڑیوں پر ہوتا ہے ویسے ہی امام کا اس کی جماعت پر ہوتا ہے۔ مبلغین بیرونی جماعتوں میں حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں۔ اگر خود ان کے اندر سستی ہو تو جماعت سست ہو جائیگی۔ اور اگر ان کے اندر احساس عمل ہو تو جماعت میں بھی احساس عمل ہوگا۔ چنانچہ انصار اللہ کا قیام اور ان کا مفید کام بھی مبلغ کی حساس روح کا پتہ دیتا ہے۔

ایک لطیف بات

حیفا۔ ناصرہ کے قریب ہی ہے۔ ناصرہ سے حیفا کو سیدھا راستہ جاتا ہے۔ ناصرہ میں حضرت مسیح پیدا ہوئے جس کی وجہ سے وہ ناصری کہلائے۔ ناصرہ کے رہنے والے مسیح نے بیت المقدس میں آکر من انصاری الی اللہ کا مطالبہ کیا۔ زیتون کے پہاڑ کے دامن میں رہنے والے ماہی گیروں نے اس آواز پر لبیک کہی۔

انیس سو سال کے بعد جبل کرمل پر پھر ایک دفعہ من انصاری الی اللہ کی آواز گونجی جسکا جواب کبابیر اور اس کے گرد و نواح کے غریب سنگ تراشوں اور مزدوروں نے

نحن انصار اللہ

کے پر کیف و پر وجد نغمہ میں دیا۔ یہاں اور وہاں فرق اس قدر تھا۔ کہ وہاں مسیح خود بول رہا تھا۔ اور یہاں مسیح کا ایک خادم آواز دے رہا تھا۔ وہاں بھی غریب ماہی گیر لوگ مسیح کا دامن تھامے ہوئے تھے اور یہاں بھی دنیا کی نگاہ میں

کمزور اور مزدور

لوگ ہیں۔ جو گاؤں گاؤں۔ اور قریہ قریہ پہاڑوں میں اور ان کی وادیوں میں۔ الغرض ہر جگہ اس امر کی منادی کر رہے ہیں۔ کہ آنیوالا مسیح دو زرد چادروں میں ملبوس ہو کر آگیا ہے۔ اور دیکھو زمین کی طاقتیں ہلا دی گئی ہیں۔ قوم قوم پر چڑھ رہی ہے۔ اور ملک ملک کے خلاف ہو رہا ہے بیمار اچھے ہو رہے ہیں۔ اندھوں کو بینائی۔ اور لولے لنگڑوں کو ہاتھ اور پاؤں دیئے گئے۔ مردے اچھے ہو رہے ہیں۔ پہاڑوں میں گونج ہے۔ وادیوں میں شور ہے۔

مبلغین سمندروں کے سینے چیر کر ادھر سے ادھر جا رہے ہیں

اور دیکھو

انیس سو سال کے بعد پھر فلسطین کی وادی میں

من انصاری الی اللہ

کی آواز سنائی دی گئی۔ دیکھو سنو قوموں میں ایک شور ہے۔ ہر ایک قوم نیند سے اس طرح بیدار ہو رہی ہے۔ گویا کہ

عالم حشر

ہے۔ اور ایک زلزلہ ہے۔ قبریں پھٹ رہی ہیں۔ اور صدیوں کے مردے شہروں میں آرہے ہیں۔ جو گذشتہ نوشتوں کے متعلق گواہی دے رہے ہیں۔

الغرض

گذشتہ زمانے کی یاد پھر تازہ ہو رہی ہے یہی نہیں کہ انصار اللہ کے قیام سے ایک خاص جماعت تبلیغ کے لئے پیدا ہو گئی۔ بلکہ ہر ایک احمدی میں تبلیغ کا اپنے اپنے رنگ میں جوش ہے۔ اور وہ بھی ہندوستانی احمدیوں کی طرح

یوم تبلیغ

کو اپنے اپنے کاروبار بند کر کے سارا سارا دن تبلیغ کرتے ہیں۔ یہ حیرت انگیز تبدیلی مبلغ کی زبردست سعی کا نتیجہ ہے۔

یہ اندرونی تنظیم اور تبلیغ کا کام ہے جو ہمارے مبلغ نے کیا۔

مبلغ کی زندگی ایک عجیب قسم کی زندگی ہوتی ہے۔ کہیں وہ غیروں میں مبلغ ہوتا ہے۔ اور کہیں اپنوں میں مربی ہوتا ہے۔ اور کہیں دشمنوں کے مقابل میں صف شکن ہوتا ہے۔ اور کہیں اپنے قلعوں کی تعمیر میں بطور معمار کے ہوتا ہے اس کے کاموں کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ ہمارے مبلغ جو بلاد عربیہ میں جاتے ہیں۔ ان کو اس امر کا خاص احساس ہوتا ہے۔ کہ وہ اس قدر عربی زبان میں مقدرت حاصل کریں۔ کہ جس سے کسی شخص کو خواہ وہ کتنا بڑا اہل لسان ہو۔ اعتراض کرنے کا موقع میسر نہ آسکے۔ چنانچہ اندرونی اصلاح تربیت اور بیرونی حملوں سے کچھ وقت بچا کر مطالعہ اور درس وتدریس کے کام کو بھی جاری رکھتے ہیں

عبرانی کی تعلیم

مولانا ابو العطاء نے اس سے بھی ایک قدم اور آگے رکھا۔ فلسطین میں یہودی اور عیسائی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ سو مولانا نے انہیں تبلیغ کے نقطۂ خیال سے یہ ضروری خیال کیا۔ کہ اس زبان کی تکمیل وتحصیل کی جائے۔ جو حضرت مسیحؑ کی اپنی زبان تھی۔ تاکہ پرانے نوشتوں کو ان کی اصلی زبان میں پڑھا جا سکے۔ اور یہودی قوم کو ان کی زبان میں پیغام دعوت دیا جا سکے۔ الغرض اس کے لئے بعض یہودی معلموں کو تنخواہ دیکر مولانا نے عبرانی زبان سیکھی۔ اور اس پر کافی عبور حاصل کیا۔

ایک عظیم الشان کام

فلسطین کی جماعت کی مرکز سے ہمیشہ کی وابستگی کے لئے ہمارے مبلغ نے ایک شاندار کام کیا۔ اور وہ یہ کہ ایک بہت بڑا قطعہ زمین وہاں کی جماعت سے لیکر صدر انجمن احمدیہ کے نام وقف کرا دیا۔ آج اس کام کی قیمت ممکن ہے۔ کہ اتنی نہ سمجھی جائے لیکن وقت آئیگا۔ کہ یہ عظیم الشان کام اپنی اہمیت کو خود ظاہر کر دیگا۔ اس ایک کام کی وجہ سے وہاں کی جماعتوں کو مرکز کے ساتھ شدید وابستگی رہے گی۔

جماعت کو رجسٹرڈ کرانے کی مساعی

ہمارے مبلغ نے اس عرصہ میں یہ بھی سعی کی۔ کہ جماعت احمدیہ فلسطین کو سرکاری کاغذات میں رجسٹرڈ کرا کر ایک مسلمہ حیثیت دے لیں۔ اس کام میں بہت سی مشکلات تھیں۔ مگر اللہ تعالے کا فضل ان کے شامل حال رہا ہے اور جماعت کو سرکاری حلقوں میں ایک مسلمہ جماعت تسلیم کر لیا گیا ہے۔ اس طرح سے ایک نہایت ہی مقدس کام کو گذشتہ ساڑھے چار سال کے عرصے میں سر انجام دیا گیا۔

جماعت کا بیج فلسطین۔ شام۔ عراق۔ مشرق اردن اور مصر اور سوڈان تک پھیل گیا ہے۔ اور پھیل رہا ہے۔ اور یہ چھوٹے چھوٹے پودے بڑھ رہے ہیں۔ اور ترقی حاصل کر رہے ہیں۔ وقت آنے پر وہ بہت بڑے تن آور درخت بن جائیں گے مولانا ابو العطاء کی سعی اور کوشش قابل قدر ہے اللہ تعالے ان کو مزید اور اس سے بھی بڑھ کر خدمات کا موقع دے۔

میں نے اس مضمون میں کسی مبالغہ سے کام نہیں لیا۔ نہایت سادگی سے ایک مجاہد بھائی کی خدمات کو اس لئے بیان کر دیا ہے۔ کہ آنیوالوں کے لئے تاریخ اور موجودہ نسل کے لئے محرک رہ سکے۔ ہر ایک مبلغ کی مجہودات اسی طرح قابل قدر ہیں۔ مگر افسوس ہے۔ کہ ہم ان کی خدمات کو پبلک میں لانے کے فرض سے غافل ہیں۔ اللہ تعالے توفیق دے کہ ہم دوسرے مبلغین کی خدمات کو بھی پبلک کر سکیں۔

وما توفیقی الا باللہ

(محمود احمد عرفانی)

اعلان نکاح

مورخہ ۲۳/۳/۳۶ بروز سوموار بعد نماز ظہر حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے خطبہ نکاح برادرم مرزا محمد اشرف صاحب ولد مرزا احمد افضل بیگ صاحب مالک نسیم میڈیکل ہال قادیان بعوض ایک ہزار روپیہ حق مہر نور جہاں بیگم بنت سردار مرزا عمر حیات خاں صاحب صوبیدار ساکن بنوں پڑھا اللہ تعالے جانبین کے لئے بابرکت کرے۔ آمین ثم آمین

(خاکسار مرزا محمد ارشد بیگ۔ قادیان)

پچیس فاروق نصف قیمت میں

فاروق کی اپیل کے جواب میں میرے ایک قدیمی محسن ہمدرد نے مبلغ پچاس روپیہ بوساطت ناظر صاحب بیت المال فاروق کی امداد میں ارسال فرمائے ہیں۔ مگر اظہار نام کی اجازت نہیں دی۔ اللہ تعالے ان کو اس کی جزائے خیر دارین میں عطا فرمائے۔ آمین

میں اس عطیہ سے پچیس فاروق ایسے کم استطاعت احمدیوں کے نام جاری کرنا چاہتا ہوں جو اخبار کے شائق ہوں۔ اور نصف قیمت اخبار مبلغ دو روپیہ پیشگی ارسال فرما دیں۔ فاروق کی سالانہ قیمت عام چار روپیہ ہے۔ پس جو دوست واقعی اپنے آپ کو مستحق سمجھتے ہوں۔ وہ دو روپیہ نصف قیمت بذریعہ منی آرڈر ارسال کر دیں۔ یا وی پی کی اجازت دیں۔ جس پر ۵ آنے زائد خرچ ہونگے۔ تا اخبار فاروق ایک سال کے لئے انکے نام جاری کر دیا جائے۔ درخواست خریداری ذیل کے پتہ پر بھیجنی چاہئے۔

مینجر اخبار فاروق قادیان ضلع گورداسپور

افق صحافت پہ آفتاب قیادت کا طلوع
یعنی
بجنور کا ہفتہ وار باتصویر اخبار
اخبار نئی روشنی بجنور یو۔پی
۶ اپریل ۱۹۳۶ء کو نہایت آب وتاب کیساتھ شائع ہوگا
تمام دنیا کی خبروں کا مجموعہ۔ حتمی معلومات کا آئینہ۔ اسلامی حقوق کا محافظ سیاسی مسائل او [illegible] حاضرہ کو بالکل نئے اور جدا انداز میں پیش کرنے والا [illegible] ہدایات دلچسپیاں [illegible] عورتوں اور بچوں کے لئے مفیدہ اور دلچسپ مضامین گورنمنٹ اور رعایا کے تعلقات کو خوشگوار بنانے والا [illegible] انصاف کا حامی جبر واستبداد کا مخالف اخباری ترقی کے موجودہ دور میں بہترین اور قابل دید ہوگا۔
نمونہ کا پرچہ ۱۰ صفحات پر [illegible] شائع ہوگا
مشتہرین کے لئے نادر موقع ہے نمونہ مفت
چندہ سالانہ تین روپیہ ششماہی [illegible]
پتہ:۔ مینجر اخبار نئی روشنی بجنور یو۔پی

۲۶ مئی ۳۶ء کو الحکم کا خاص نمبر شائع ہوگا

۲۶ مئی کی تاریخ سلسلہ عالیہ احمدیہ میں ایک یوم انقلاب ہے۔ جبکہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ نبی نے خدا کی وحی کے مطابق رفع الی اللہ کا مقام پایا۔ ایسی عظیم الشان ہستیوں کی زندگی کے ایسے انقلابی ایام ان کی جماعتوں اور سلسلوں میں زندگی اور کامیابیوں کی روح پیدا کر دیا کرتے ہیں۔ اس مقصد کو مدِ نظر رکھ کر میں الحکم کا خاص نمبر شائع کرنا چاہتا ہوں بشرطیکہ اس کی ۵ ہزار کاپیوں کی اشاعت کا انتظام قبل از وقت ہو جائے۔ اس کے لئے میں

۵۰ محبان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پکارتا ہوں

کہ وہ ایک ایک سو کاپی یا کم از کم دس دس کاپی لے کر تقسیم کریں۔ یہ خاص نمبر پورے چالیس صفحات پر شائع ہوگا۔ اس میں اوّل سے آخر تک حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت۔ صداقت اور کارناموں کا ذکر ہوگا۔ سو کاپی کے خریدار کو ۸ عہ فی سینکڑہ کے حساب سے دیا جائیگا۔ اور ایک کاپی کی قیمت چار آنہ ہوگی۔ میں امید کرتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مخلص اور فدائی خدام جلد سے جلد اپنے نام دیں گے۔ جو اس نمبر کی اشاعت کا موجب ہو سکے۔ میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ بشرطیکہ آپ میرے ساتھ تعاون کریں۔ خدا آپ کا حامی و ناصر ہو

(خاکسار عرفانی)

حضرت مسیح موعودؑ کے مکتوبات اپنے دوستوں کے نام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکتوبات کی پانچویں جلد اب شائع ہو گئی ہے۔ اس میں حضور کے وہ مکتوبات ہیں جو آپ نے اپنے مخلص احباب اور خدام کو لکھے۔

پہلے نمبر میں۔ حضرت سیٹھ عبدالرحمان صاحب مدراسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

دوسرے نمبر میں حضرت حکیم الامۃ رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

تیسرے نمبر میں حضرت چوہدری رستم علی خان صاحب رضی اللہ عنہ کے نام مکتوب ہیں۔

چوتھے نمبر میں نواب محمد علی خان صاحب سلمہ تعالیٰ کے نام مکتوب ہیں۔

اس سلسلہ کے ہر نمبر کی قیمت سر دست ایک روپیہ ہے۔ لیکن جب خریداروں کی تعداد ایک ہزار تک پہنچ جائے گی تو قیمت نصف کر دی جائے گی۔

تھوڑی جلدیں شائع ہوئی ہیں احباب جلد منگوا لیں

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان

مشاہدات عرفانی

یعنی ایڈیٹر الحکم کا سفرنامہ یورپ اور بلاد اسلامیہ

مصنف نے کامل دو سال تک یورپ اور بلادِ اسلامیہ کی سیاحت کے بعد اپنے مشاہدات کو کتابی شکل میں شائع کرنا شروع کیا ہے۔ یہ سفرنامہ چار جلدوں میں مکمل ہوگا۔ پہلی جلد شائع ہو چکی ہے۔ یہ سفرنامہ بالکل نئی طرز کا لکھا گیا ہے۔ نکتہ رس اور غور کن دماغ سے کام لیکر ان ملکوں میں آنکھ کے مشاہدات کے لئے چھوڑا ہے۔ اس سفرنامہ کے پڑھنے سے ملکی اور قومی ترقی کے سربستہ اسرار اور قوموں کے عروج و زوال کا پتہ لگیگا۔ کہ قعرِ ذلت سے نکل کر بام رفعت تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ اس کا جواب ہوگا۔ ہر مقام اور شہر میں جہاں مصنف گیا ہے معمولی نظر سے نہیں۔ بلکہ شوق افزا صورت میں واقعات تاریخ کی روشنی میں لکھے گئے ہیں۔

مسلمانوں میں قومی زندگی اور ملی روح کے نشوونما کے لئے اس سفرنامہ کو ضرور پڑھنا چاہیئے قیمت فی جلد دو روپے آٹھ آنے۔ علاوہ محصول ڈاک۔

ملنے کا پتہ

منیجر اخبار الحکم قادیان

(پنجاب)

بلا اپریشن موتیا بند دور

کون نہیں جانتا کہ موتیا بند کی بیماری بہت موذی مرض ہوتی ہے۔ اس بیماری میں کئی سال تک پانی کے پکنے کا انتظار کیا جاتا ہے۔ تاکہ اپریشن کرایا جا سکے۔

اس لمبے انتظار کے بعد اگر اپریشن درست ہوا۔ تو آنکھیں دیکھنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ اور اگر ذرا کوئی نقص رہ گیا۔ تو آنکھیں ساری عمر کے لئے مصیبت بن جاتی ہیں۔

نیز بنی ہوئی آنکھیں بھی اکثر جلن یا دھندلاپن یا ڈیلوں کے درد کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ان سب مرضوں کے لئے اور خاص طور پر موتیا بند بغیر اپریشن کے اچھا کرنے کے لئے سالہا سال کے تجربہ کے بعد یہ دوائی جڑی بوٹیوں سے تیار کی گئی ہے۔ چند روز میں اپنا اثر دکھاتی ہے۔

قیمت فی شیشی۔ ایک روپیہ چار آنہ
تین شیشیوں کا سٹ۔ تین روپے
خرچہ وی۔ پی و پیکنگ بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ

آنکھوں کا ہسپتال قادیان

(پنجاب)

اللہ بخش سٹیم پریس قادیان میں باہتمام شیخ محمود احمد عرفانی پرنٹر و پبلشر چھپکر دفتر اخبار الحکم واقع تراب منزل قادیان سے شائع ہوا